تحریکِ نظامِ مصطفےٰ و مقامِ مصطفےٰ کے

دو نامور مجاہد

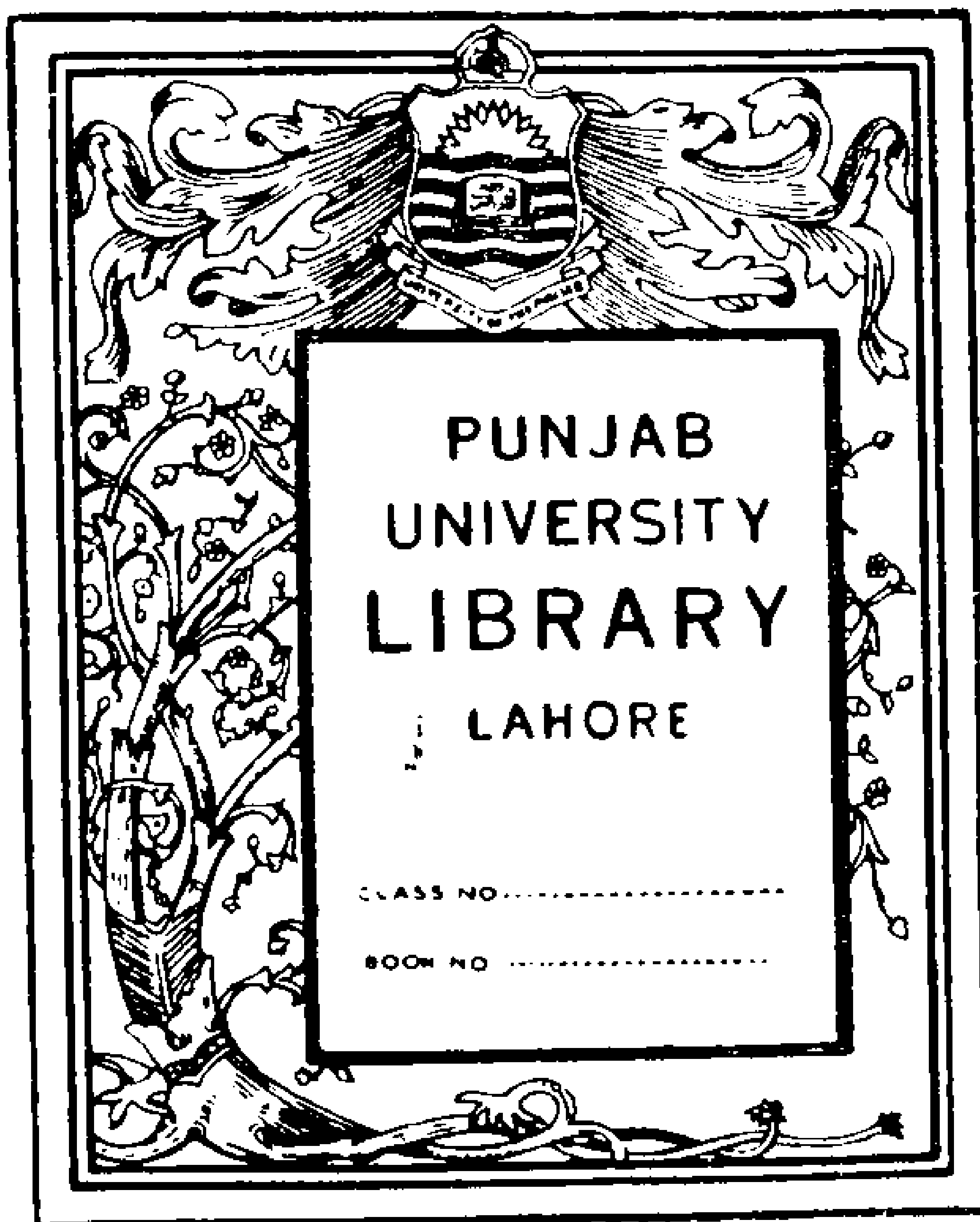


قائدِ اہلسنت
مولانا شاہ احمد نورانی

مجاہدِ ملت
مولانا عبد الستار خان نیازی

مرتبہ
مولانا محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ قادریہ ○ لاہور



S-369 —Punjab University Press 10,000 29-1-2003

تحریکِ نظامِ مصطفیٰ و مقامِ مصطفیٰ کے

دو نامور مجاہد

قائد اہلِ سُنّت
مولانا شاہ احمد نورانی

مجاہدِ ملّت
مولانا عبد الستار خان نیازی



مولانا محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ قادریہ ◎ لاہور

کس کا قائد ایسا ہے جو مردِ حق ہو غازی ہو
شاہ احمد نورانی یا عبدالستار نیازی ہو

87202

87202

نام کتاب : ________ دو نامور مجاہد
مرتب : ________ محمد صدیق ہزاروی
کتابت : ________ محمد عاشق حسین ہاشمی، لاہور
تصحیح : ________ مولانا عبدالستار نظامی
تعداد : ________ دو ہزار
ناشر : مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور
بار : دوم
طابع : ایم منیر قاصنی مطبع : ملی پرنٹرز، ۹ سرکلر روڈ لاہور
ھدیہ : ________ ۳/۵۰

معاونین : مولانا محمد صدیق ہزاروی، منشی فضل حسین
مولانا سیف الرحمٰن چترالی، مولانا عبدالستار نظامی

معروضہ

بے لوث، بے باک اور بے داغ قیادت کسی بھی قوم اور جماعت کا سرمایۂ افتخار ہوتی ہے اور یہی قیادت اس جماعت کے لیے حقیقی مقاصد کے حصول میں خضرِ راہ ثابت ہوتی ہے، جبکہ اس کا فقدان مذہبی، سیاسی اور سماجی موت کا پیغام ثابت ہوتا ہے۔

سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت نے اصحابِ بصیرت علمأ ومشائخ کی قیادت میں تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصّہ لیا اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیم ہندوستان کے ذریعے دنیا کے نقشہ پر ایک عظیم سلطنت (پاکستان) کا اضافہ کیا۔

یہ وہ وقت تھا جب دیوبندی مکتبۂ فکر کے علمأ کانگریس کی حمایت میں سرگرمِ عمل ہوکر قیامِ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ یہ سوادِ اعظم کی مخلصانہ قیادت ہی تھی جس نے آل انڈیا سنّی کانفرنس میں ببانگِ دہل اعلان کیا تھا کہ اگر مسلم لیگ مطالبۂ پاکستان سے دستبردار بھی ہوجائے، تو اہلِ سنّت کے علمأ وعوام پاکستان بناکر دم لیں گے۔ پاکستان بن جانے کے بعد نہ صرف یہ کہ مخالفینِ پاکستان نہایت ڈھٹائی سے پاکستان میں قیام پذیر ہوگئے، بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ برسرِ اقتدار آنے والے لوگوں نے اس عظیم مقصد کو پسِ پشت ڈال دیا جس کے لیے پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔

اس بے اعتنائی اور مفاد پرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف بے حیائی اور فحاشی نے اسلامیانِ پاکستان کو روحانی مریض بناکر رکھ دیا اور دوسری طرف ناموسِ رسالت و مقامِ اولیأ کے منکرین کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے اصلاح کا لبادہ اوڑھ کر گمراہی کا جال بچھانا شروع کردیا۔

ان حالات میں قیامِ پاکستان کے مقاصد کے حصول اور بقائے پاکستان کی ذمہ داری ان لوگوں کا فریضہ ہے جنہوں نے اس ملک کو بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا اور تائیدِ ایزدی سے سوادِ اعظم کو اس گراں ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نہایت بے لوث، بیباک، اور مجاہدانہ قیادت حضرت قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی اور حضرت مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی کی صورت میں عطا کی گئی۔ یہ بات بلا خوف لومۃ لائم کی جا سکتی ہے کہ ان قائدینِ اہلِ سنت کا علم و فضل، زہد و تقویٰ، مومنانہ فراست اور سیاسی بصیرت ناقابلِ تردید حقیقت ہے اور ان کی حق گوئی اور جرأتِ رندانہ ضرب المثل حیثیت رکھتی ہے، حتیٰ کہ مخالفین تک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ درحقیقت اہلِ سنت و جماعت کے لیے ان قائدین کی قیادت انعامِ الٰہی ہے

آیئے! ہم اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق قائم کر کے مقامِ مصطفےٰ اور نظامِ مصطفےٰ کے سپاہی کی حیثیت سے قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں عظمتِ اسلام ناموسِ رسالت مقامِ صحابہ و اولیاءِ کرام کے تحفظ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں تاکہ حق غالب آ جائے اور باطل حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے۔

یاد رکھیے! اپنے قائدین کی باصلاحیت قیادت میں اگر ہم اکٹھے نہ ہوتے اور اپنے فرائض کو نہ پہچانا، تو تباہی ہمارا مقدر ہو گی اور نہ آسمان ہم پر روئے گا اور نہ زمین آنسو بہائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

محمد صدیق ہزاروی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

قائدِ اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

بطلِ حریت، حق گو مجاہد علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی بن مبلّغِ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری بن شاہ عبدالحکیم جوش صدیقی، ار رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/۱۳ر مارچ ۱۹۲۶ء میں میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ صدیقی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری[1] (م ۱۹۵۴ء) امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی (م ۲۵ صفر المظفر قدس سرہٗ العزیز) کے خلیفۂ مجاز تھے اور جدِ امجد شاہ عبدالحکیم جوشش صدیقی برِ صغیر کے نامور صوفی، عالمِ دین اور شاعر تھے[2]۔

---

[1] آپ ۳ر اپریل ۱۸۹۲ء بمطابق ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں بمقام میرٹھ (یوپی) پیدا ہوئے سولہ برس کی عمر میں جامعہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔اے پاس کیا۔ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ العزیز سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے چالیس سال تک افریقہ، امریکہ، کینیڈا، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا وغیرہ کئی دوسرے ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچایا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر سعادتِ ابدی حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا طویل دورہ کیا جس کی وجہ سے بورنیو کی شہزادی ماریشس (جنوبی افریقہ) کا گورنر مردات اور ٹرینی ڈاڈ کی ایک وزیر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے دیگر علماء اہلِ سنّت کے ساتھ مل کر دستور اسلامی آئین کا مسودہ تیار کیا۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے وصال فرمایا۔ (محمد دین کلیم، تذکرہ مشائخ قادریہ، ص ۲۶۰، ۲۶۱)۔ [2] محمد حنیف، نوائے وقت، ۱۲ر جنوری ۱۹۷۸ء

تعلیم و تربیت

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ حفظِ قرآن کے بعد ثانوی تعلیم کے لیے ایسے سکول میں داخلہ لیا جہاں ذریعۂ تعلیم عربی تھی عربک کالج میرٹھ سے بھی ڈگریاں حاصل کیں۔

درسِ نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی سے پڑھیں[1]۔

دستار بندی کے موقع پر ایک پُر وقار تقریب کا انعقاد ہوا جس میں آپ کے استاذِ محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی، آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے علاوہ شاہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان مفتیِ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ بھی مسند افروز تھے۔

بین الاقوامی تبلیغی دورے

علامہ شاہ احمد نورانی کے والد ماجد علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری علیہ الرحمۃ نے دُنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغامِ ہدایت پہنچایا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم دکھایا۔

آپ کی وفات کے بعد یہ فریضہ آپ کے فرزند ارجمند علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہٗ نے اپنے ذمہ لیا اور نہایت حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔

آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلموں نے دولتِ اسلام سے اپنا دامن بھرا جن میں

---

[1] آپ صدر الشریعۃ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں (محمد صدیق ہزاروی)

پادری، راہب، وکلاء، انجینئرز، ڈاکٹرز اور دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے پڑھے لکھے لوگ شامل ہیں۔

آپ کے بیرونِ ملک چند تبلیغی دوروں کا اجمالی خاکہ یہ ہے:

۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ ازہر (مصر) کی دعوت پر جامعہ میں تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔

۱۹۵۸ء میں رُوس کا دورہ کیا اور رُوسی سوشلسٹ معاشرے کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ نیز مسلمانوں کی سرکردہ شخصیتوں سے ملاقات کر کے ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی۔

۱۹۵۹ء میں مشرقِ وسطیٰ کا خیر سگالی دورہ کیا اور دنیا بھر کے علماء سے باہمی رابطہ قائم کر کے اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر، اور ماریشس کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔

۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمالی افریقہ کا دورہ کیا۔

۱۹۶۲ء میں صومالیہ، کینیا، ٹانگا نیکا، یوگنڈا اور ماریشس کا دورہ کیا۔ نیز نائیجیریا کے وزیر اعلیٰ احمد د بیلو شہید کی دعوت پر نائیجیریا تشریف لے گئے اور ان کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تفصیلی دورہ کیا۔

۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس اور نائیجیریا تشریف لے گئے۔ نیز اسی سال عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کی حالت زار اور سوشلسٹوں کے بلند بانگ دعووں کا جائزہ لیا۔

۱۹۶۴ء میں امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔

۱۹۶۵ء میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، مالاگاہی اور ماریشس کا دورہ کیا۔

۱۹۶۷ — ۶۸ء میں برطانیہ اور امریکہ کا دورہ کیا۔

۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کے لیے انگلینڈ تشریف لے گئے اور اس کانفرنس میں آپ کو مشن کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔

۱۹۷۵ء میں ورلڈ اسلامک مشن[1] کے زیرِ اہتمام علامہ ارشد القادری، مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور سابق صوبائی اسمبلی سندھ کے قائدِ حزبِ اختلاف شاہ فرید الحق کی رفاقت میں امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس دورہ میں پبلک اجتماعات کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ان ممالک کے عوام کو قادیانیوں کے مکروہ و گھناؤنے عزائم سے آگاہ کیا۔ نیز قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے سے آگاہ کیا جس کا ان ممالک میں خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ میں آپ نے ماریشس اور جنوبی افریقہ کے ممالک کا تبلیغی دورہ شروع کیا، اس دوران آپ نے ماریشس میں عالمی اسلامی کانفرنس کی صدارت کی، جس میں وزیرِ اعظم ماریشس سمیت معززین، اعلیٰ حکام، وزرا اور سفیروں کے علاوہ ماریشس کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔[2]

---

[1] ۱۱ر جنوری ۱۹۷۳ء کو دنیا کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کرام مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے تاکہ عالمی سطح پر ظلمت و گمراہی کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ اس تاریخی اجتماع میں انگلستان، امریکہ، سعودی عرب، مصر، کویت، شام، ہندوستان اور پاکستان کے علمائے کرام شریک تھے پاکستانی علمائے میں مجاہدِ ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری شامل تھے اس اجلاس میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں لاکر علامہ ارشد القادری کو کنوینر مقرر کیا گیا اور پھر باضابطہ انتخاب کے ذریعے علامہ شاہ احمد نورانی کو صدر اور علامہ ارشد القادری کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جون ۱۹۷۵ء، ص ۲۹)

[2] ہفت روزہ اُفق جلد نمبر ۱، شمارہ ۱۰، ۵ مارچ تا ۱۱ مارچ ۱۹۷۸ء، ص ۳

تبلیغی و تعلیمی اداروں کی سرپرستی

پاکستان سے باہر بہت سے ممالک میں کئی تبلیغی و تعلیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں، ان میں سے چند اداروں کے نام یہ ہیں:

۱۔ مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ کالج جینوا جارج ٹاؤن امریکہ

۲۔ حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعتِ اسلام سیلون

۳۔ حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام ماریشس

۴۔ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن گیانا

۵۔ اسلامک مشنری گلڈ ساؤتھ افریقہ

۶۔ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی ملائشیا

۷۔ علیمیہ اسلامک مشن کالج ماریشس

۸۔ علیمیہ دارالعلوم ماریشس

۹۔ حنفی مسلم سرکل پریسٹن برطانیہ

۱۰۔ قادریہ اسلامک ورکرز گلڈ ماریشس

۱۱۔ سری نام مسلم ایسوسی ایشن ساؤتھ افریقہ

نیز ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے جبکہ آرگنائزیشن کے صدر مفتیٔ اعظم فلسطین مولانا سید امین الحسینی مرحوم تھے۔[1]

امریکہ میں مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا

سرینام (جنوبی امریکہ) مرزائیوں کا مرکز ہے جہاں (غالباً ۳۵ء میں) سب سے

[1] ابوداؤد محمد صادق، مولانا، شاہ احمد نورانی۔ ص ۱۴، ۱۵

[illegible] شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے

[illegible] بیعت [illegible] خلافت

[illegible] شاہ احمد نورانی صاحب نے ۱۹۴۸ء میں [illegible]

[illegible] اور [illegible] کی

[illegible] میں ا [illegible] نہیں تھے

[illegible] تھے

تحفظ ختم نبوت

[illegible] ۱۹۵۳ء میں آپ [illegible] مولانا عبدالحامد بدایونی [illegible] مجاہد [illegible] اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ [illegible] نورانی پیش پیش تھے گرفتاری [illegible] کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔[1]

[illegible] آل پاکستان مسلم پارٹیز کے پہلے اجلاس کے بعد آئندہ اجلاس کے انتظامات کے لیے [illegible] پر مشتمل جو بورڈ بنایا گیا، آپ اس کے ممبر تھے۔[2]

۱۹۶۹ء میں پاکستان آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلا بیان قادیانیوں ہی کے [illegible] جاری کیا تھا۔ آپ نے یحییٰ خان (اس وقت کا صدر) کو مخاطب کرتے ہوئے

---

[1] [illegible] علی قادری، مفتی: ترجمان اہل سنت، اپریل ۱۹۷۴ء، ص ۵۰

[2] " " " ۱۹۷۴ء ص ۴۰

[3] ماہنامہ ترجمان اہل سنت (ختم نبوت نمبر) اگست ۱۹۷۴ء

[4] رپورٹ تحقیقاتی عدالت (منیر رپورٹ) ص ۸۰

صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے [1]

تحریکِ ختمِ نبوت (۷۴ء۱۹) میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی خاطر قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی طرف سے جو قرارداد ۳۰ رجون ۷۴ء۱۹ کو پیش کی گئی، اس کا سہرا بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے سر ہے۔ اس قرارداد پر حزبِ اختلاف کے بائیس افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہوگئی) نے دستخط کیے، البتہ مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیے۔ اس تحریک میں آپ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا اور آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاسوں میں شرکت کی۔

آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور ختمِ نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا [2] اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً

- چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا [3]

میدانِ سیاست میں ورود

اگرچہ آپ ۱۹۴۹ء میں پاکستان تشریف لا کر کراچی میں مقیم ہو گئے تھے، لیکن زیادہ

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم : ختمِ نبوت نمبر - دسمبر ۱۹۷۴ء ، ص ۲۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳۱

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۲، ۳۴

وقت بیرونی ممالک میں تبلیغی دوروں پر رہنے کی وجہ سے آپ یہاں زیادہ متعارف نہیں تھے۔
آپ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ کو باغ موچی دروازہ لاہور کے ایک جلسہ میں منظرِ عام
پر آئے۔ ۸/۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ / جون ۱۹۷۰ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام)
میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی،
جمعیت علماء پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حضرت
خواجہ صاحب کی قیادت میں جمعیت کے سٹیج سے پاکستان کی سیاست میں حصہ لینا
شروع کر دیا۔[1]

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں آپ جمعیتِ علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رُکن
منتخب ہوئے۔ پھر جمعیت کے ایک اجلاس میں جو مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں
منعقد ہوا، آپ کو جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی پارٹی کا لیڈر منتخب کیا گیا۔

قومی اسمبلی میں

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قومی اسمبلی میں برسرِ اقتدار طبقہ کے لیے ایک
محتسب کی حیثیت رکھتے تھے۔ حکمران جماعت کی غلط پالیسیوں پر کڑی نکتہ چینی کرنا اور
ہر غلط بات کی نشان دہی کرنا علامہ نورانی کا طرۂ امتیاز تھا۔ دوسری جانب آپ کی
اسمبلی میں موجودگی سے ایک پُر مسرت کیفیت بھی پیدا ہوتی تھی جس کا اندازہ اس وقت
ہوتا تھا، جب آپ اسمبلی میں موجود نہ ہوں، چنانچہ روزنامہ "استقلال" لاہور رقمطراز ہے:

---

[1] حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ نے علمائے اہلِ سنت کے اصرار پر اس شرط کے ساتھ پاکستانی سیاست میں حصہ لیا کہ ان کی جگہ تبلیغی مشن پر کسی متبادل عالمِ دین کو بھیجا جائے، چنانچہ مولانا مفتی سید سعادت علی قادری آپ کی جگہ سرینام (امریکہ) میں تشریف لے گئے۔ (مرتب)

"قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا نورانی کی باغ و بہار شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں اور قہقہے بکھیر دیے اور سرکاری پارٹی پر ان کی برجستہ چوٹوں پر خود ان چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم گئے۔"[1]

قومی اسمبلی میں آپ کی برتری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزنامہ جمہور" (لاہور) لکھتا ہے:

"منگل چھ مارچ کو قومی اسمبلی کے شام کے اجلاس میں دستوری بل پر عام بحث میں حصہ لینے والے مقررین کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی، تاہم میدان جمعیت علماء پاکستان کے تنظیمی اور پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے ہاتھ رہا۔ مولانا کی تقریر، موضوع اور متن کے لحاظ سے انتہائی پُرمتانت اور تاثر انگیز ہونے کے باوجود سارا عرصہ ایوان قہقہہ زار بنا رہا۔ ایوان کے ماحول میں زعفرانی کیفیت پیدا کرنے میں مولانا کی اپنی حسِ مزاح اور حاضر جوابی کا بہت زیادہ دخل تھا۔ ابتدا ہی سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ سرکاری بنچوں والے مولانا کی تقریر کو مذاق ہی مذاق میں اڑا دینے کی کوشش کریں گے، لیکن نورانی میاں بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے۔ انہوں نے چوکھی لڑی اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے حریفوں کو چاروں شانے چت گرا دیا اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ میدان مار لیا۔"[2]

قادیانیت پر پہلی ضرب

۱۵ اپریل ۷۲ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز (اسمبلی میں) بلند کی۔ آپ نے فرمایا:

---

[1] ہفت روزہ استقلال، ۲-۸ جولائی ۷۳ء

[2] روزنامہ جمہور لاہور، ۹ مارچ ۷۳ء (ملخصاً)

جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے، اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو معزز ایوان کے لیے قابلِ قبول نہیں سمجھتا ہوں اور اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔ اس دستور میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا، مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے، تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں [1]

اس پر وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا:

"علماء میں جو اختلافات موجود ہیں، ان کی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف میں متفق نہیں ہے، میں اس وقت بھی چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں، ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

جمعیت علماء پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبد المصطفیٰ الازہری نے کوثر نیازی کا چیلنج قبول کرتے ہوئے فرمایا: "میں اپنی جماعت کی طرف سے اس بات کو قبول کرتا ہوں [2]

اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہم اس کو قبول کرتے ہوئے علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں [3]

اجلاس کے خاتمہ پر رات کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے کمرے میں مجاہدِ ملت

---

[1] ملخصاً روداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹، بحوالہ "شاہ احمد نورانی"

[2] ،، ،، ،، ،، ،، ،، ۱۴۱ بحوالہ کتاب ،،

[3] ،، ،، ،، ،، ،، ،، ۱۵۲ ،، ،،

عبدالستار خان نیازی (مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان) مولانا محمد علی رضوی (سابق ایم۔این۔اے) مولانا غلام علی اوکاڑوی (صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب) اور علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری (سابق ایم۔این۔اے) سر جوڑ کر بیٹھے۔ علامہ ازہری نے مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی جسے سب نے پسند کیا۔ رات ۱/۲ ۱۱ بجے علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری جمعیت علماء اسلام کے مولانا عبدالحکیم کے پاس گئے۔ مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) نے اس تعریف کو جامع قرار دیا اور طے ہوا کہ چونکہ علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری اور مولانا شاہ احمد نورانی تقریر کر چکے ہیں اور کوثر نیازی کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے علماء کی طرف سے اتفاق رائے ضروری ہے، اس لیے مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) یہ تعریف پیش کریں، چنانچہ انہوں نے ۱۷ اپریل کو اسمبلی میں یہ تعریف پیش کی جو اسمبلی کی کارروائی کے صفحہ ۳۵۴ پر موجود ہے [1]

قومی اسمبلی کے اندر علامہ شاہ احمد نورانی کی قادیانیت پر یہ پہلی ضرب تھی جس نے بالآخر تحریک کی صورت اختیار کی اور قادیانی اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ اس کارروائی کے پیش نظر اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا سہرا جہاں پاکستان کے علماء، وکلاء، طلباء اور عوام کے سر ہے۔ اس کا اولین کریڈٹ علامہ شاہ احمد نورانی کو جاتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے ایم ایم احمد کی ملک دشمنی سے قوم اور وقت کے سربراہ کو بروقت خبردار کیا اور قومی اسمبلی میں مسلمان کی تعریف پیش کر کے مرزائیوں کا چور دروازہ بند کر دیا۔

تاریخی خطاب

---

[1] روداد قومی اسمبلی ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء مسلمان کی تعریف؛ مولانا شاہ احمد نورانی

۲۰ راکتوبر ۱۹۷۲ء کو ایک آئینی سمجھوتے پر حکومت اور حزب اختلاف نے دستخط کیے بعد میں وہ سمجھوتہ متنازعہ فیہ بن گیا۔ اپنے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے تمام پارلیمانی لیڈروں کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے خطاب کا موقعہ دیا گیا۔ ۳۰ رجنوری ۱۹۷۳ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے ایک تاریخی خطاب فرمایا جس میں آپ نے نہایت بیباکی اور جرأتِ رندانہ سے حکمران جماعت کی وعدہ خلافیوں اور انحراف کو واضح کیا۔ ذیل میں اس خطاب کا ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ یہ تاریخی خطاب کس قدر ولولہ انگیز اور مجاہدانہ تھا۔ "اسلامی آئین سے فرار کیوں؟" کے تحت آپ نے فرمایا:

"اور یہ بالکل اسی طرح بدعہدی کی گئی ہے جس طرح سے ماضی میں حکمران جماعتیں اس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کرتی رہی ہیں، کیونکہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ جسم پر اسلام کو اپنی عملی زندگی میں نافذ نہیں کر سکے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ اگر عمل کرتے ہیں، تو ہمیں ہماری عادتیں بدلنی پڑیں گی، عمل کریں گے تو شراب چھوڑنی پڑے گی۔ عمل کرتے ہیں، تو فسق و فجور چھوڑنا پڑے گا، زنا کو چھوڑنا پڑے گا، جوئے کو چھوڑنا پڑے گا، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین اور اسلامی احکامات کو ہم اپنے اوپر نافذ کریں، تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا اور ہم پابند ہو جائیں گے، تو اس لیے وہ اپنی نجی زندگی کے خراب ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مسلمانوں کی نجی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی سوسائٹی کو خراب کرنے کے درپے ہیں"۔ [1]

یادگاری انٹرویو

پارلیمانی لیڈروں نے ریڈیو پاکستان سے آئینی سمجھوتے کے بارے میں اپنے اپنے

[1] ابوداؤد محمد صادق، مولانا: "شاہ احمد نورانی" ص ۔۔

نقطۂ نظر کو پیش کیا، تو اس کے بعد انٹرویو کا اہتمام کیا گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حکومت کے نمائندے زیدی کے زبردست اعتراضات کے جو حیران کن اور برجستہ جوابات دیئے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) رقم طراز ہے:

"ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آئین کے متعلق اپوزیشن کے تمام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے، لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی جس مہارت اور حذاقت سے انہوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر مات دی اور لاجواب کیا، وہ انہی کا حصہ تھا۔"[1]

جمعیت کی قیادت

جب سابق صدر جمعیت علماء پاکستان حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی بوجہ پیرانہ سالی جمعیت کی صدارت سے مستعفی ہو گئے، تو کافی مدت تک علامہ شاہ احمد نورانی نے قائم مقام سربراہ کی حیثیت سے کام کر کے جمعیت کی گاڑی کو منزل کی طرف رواں دواں رکھا اور بالآخر ۲۲، ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ بمطابق ۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو جامعہ عنائتیہ خانیوال میں جمعیت کا ایک عظیم کنونشن منعقد ہوا جس میں تمام علماء کے اتفاق سے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر مقرر کیا گیا۔[2] مئی ۱۹۷۵ء کو آپ دوبارہ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے۔[3] آپ کی قیادت میں نہ صرف جمعیت علماء پاکستان نے ملک کی سیاسی جماعتوں میں ایک امتیازی مقام حاصل کیا، بلکہ آپ کی انتھک جدّوجہد سے جمعیت کا جھنڈا صوبہ سرحد اور بلوچستان کی فضاؤں میں لہرانے لگا اور بعض اداروں کی اجارہ داری کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، جون ۱۹۷۳ء

[2] ابو داؤد محمد صادق، "مولانا شاہ احمد نورانی" ص ۱۸ [3] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان

وزارتِ عظمیٰ کا انتخاب

پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ کے انتخاب میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے کے لیے متحدہ جمہوری محاذ کے زعما کی نظرِ انتخاب علامہ شاہ احمد نورانی پر پڑی اور آپ نے مسٹر بھٹو کے مقابلے میں وزارتِ عظمیٰ کا انتخاب لڑا۔ متحدہ جمہوری محاذ کی طرف سے اس انتخاب کے لیے آپ کے چناؤ کے بارے میں روزنامہ "امروز" تبصرہ کرتے ہوئے "مولانا نورانی کا اعزاز" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ حزبِ اختلاف میں شامل تمام جماعتوں کے معیار اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مطابق اس عہدہ (وزارتِ عظمیٰ) کے لیے موزوں ترین امیدوار ہیں"[1]

اس انتخاب میں مولوی غلام غوث ہزاروی کے علاوہ حزبِ اختلاف کے تمام ممبران نے علامہ شاہ احمد نورانی کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا۔

تحریکِ نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی کے ذریعے ارضِ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی جو ناکام سعی کی گئی تھی، اس کے خلاف ۱۴ مارچ کو ملک کے مسلمان سراپا احتجاج بن کر میدان میں نکل آئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کو ڈی۔پی۔آر کے تحت پہلے صوبہ سندھ سے گرفتار کیا گیا۔ پھر قومی اتحاد کی طرف سے حکومت کے خط کا جواب تیار کرنے کی غرض سے تمام لیڈروں کو رہا کیا گیا، تو آپ بھی رہا ہوئے۔ ۲۳ مارچ کو یومِ پاکستان کے موقع پر آپ نے جامع مسجد نیلا گنبد میں ایک ایمان افروز تقریر کے بعد جلوس کی قیادت کرنی تھی کہ دروازے سے نکلتے ہی حراست میں لے لیا گیا۔ چند گھنٹوں بعد چھوڑا گیا اور دوسرے

---

[1] روزنامہ "امروز" ۱۹ اگست ۱۹۷۳ء [2] (اگلے صفحہ پر)

دن دوبارہ ڈی۔پی۔آر کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کو گڑھی خیرو (سندھ) میں جو گرم ترین علاقہ ہے، بجلی اور پنکھے کی سہولت کے بغیر رکھا گیا، بلکہ پانی کی بنیادی سہولت تک سے محروم کیا گیا، لیکن اس کے باوجود آپ نے واضح اعلان فرمایا کہ نظامِ مصطفےٰ کی خاطر ہم ان تکالیف کو بخوشی قبول کرتے ہیں۔[۱]

عرب ممالک کی کوششوں سے جب حکومت اور حزبِ اختلاف کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے، تو آپ کو بھی رہا کر دیا گیا اور پھر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء کے نفاذ پر آپ کو قومی اتحاد کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ مری میں زیرِ حفاظت رکھا گیا۔

اس تحریک میں آپ کی قیادت میں اہلِ سنت وجماعت کے ہر فرد نے خواہ وہ شہری تھا، یا دیہات کا رہائش پذیر، بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نظامِ مصطفےٰ کی خاطر اپنے آپ کو زنداں کے حوالے کرنے سے گریز نہیں کیا۔

جمعیت علماء پاکستان کے قائد علامہ شاہ احمد نورانی نے بارہا اپنی تقاریر میں فرمایا کہ ہمارا منشور لمبا چوڑا منشور نہیں ہے، بلکہ ہمارے منشور میں صرف دو باتیں ہیں مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ۔

---

[۱] مولوی غلام غوث ہزاروی نے علامہ شاہ احمد نورانی جیسے متشرع عالمِ دین، علم وعمل کے پیکر اور دینِ اسلام کا درد رکھنے والے مبلغِ اسلام کے مقابلے میں ایک ظالم، فاسق اور سوشلسٹ لیڈر کو ترجیح دی جس سے ان کے خادمِ دین ہونے کے دعوے کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ گیا، چنانچہ خود مولانا مفتی محمود نے ان کو اس نامناسب رویہ پر جمعیت علماء اسلام سے نکال باہر کیا۔ (محمد صدیق ہزاروی)

[۲] جیل کے دن جیل کی راتیں" کے عنوان سے علامہ نورانی ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس میں مکمل تفصیل ہوگی۔ (محمد صدیق ہزاروی)

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب تحریک ختم نبوت ۷۴ء، ۱۹ء میں کامیابی کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو استقبالیہ دیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ! ہم نے اپنے منشور کے ایک حصے یعنی "مقام مصطفٰے کا تحفظ" کو منوالیا ہے اور دوسرے حصے کے لیے تحریک جاری ہے اور جب تک اس ملک میں نظام مصطفٰے نافذ نہیں ہوجاتا، یہ تحریک جاری رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے مردِ مومن کی زبان سے نکلے ہوئے نعرے کو اس قدر مقبولیت عطا فرمائی کہ آج پاکستان کے ہر شہری اور ہر جماعت کی زبان پر یہی پُرکیف نعرہ موجود ہے۔

نورانی کی نورانی والدہ

تحریکِ نظام مصطفٰے کے دوران جب جیل کی کوٹھڑی میں علامہ شاہ احمد نورانی کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا گیا، تو ملک بھر سے آپ کی ضعیف والدہ کے پاس تاریں اور پیغامات آنے شروع ہوئے جن میں افسوس کا اظہار کیا گیا، لیکن نورانی کی نورانی والدہ نے بجائے افسوس کرنے کے اخبارات کو ایک ایسا ولولہ انگیز بیان جاری کیا جس نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ماؤں کی یاد تازہ کر دی۔ وہ بیان یہاں لفظ بہ لفظ نقل کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ماؤں کے لیے خضرِ راہ ثابت ہو۔

روزنامہ "جنگ" کراچی نے "مولانا نورانی کی والدہ کا بیان" کے عنوان سے لکھا:

"جمعیت علماء پاکستان" کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی ۸۰ سالہ والدہ محترمہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مجھے گزشتہ چند روز کے اندر سینکڑوں ٹیلی فون اور پیغامات ملے ہیں جن میں میرے لڑکے کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کے سلسلے میں استفسار کیے گئے تھے اور اظہار ہمدردی کیا گیا تھا، میں ان تمام لوگوں کو جو نورانی میاں کے ساتھ ہونے والی

بدسلوکی پر آزردہ ہیں، یہ ہدایت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اظہارِ افسوس کے بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کے راہ نما کو حق بات کہنے اور پھر حق بات کے لیے سختیاں جھیلنے کی سعادت عطا کی۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے اگرچہ میں عمر کی اس منزل میں ہوں کہ ہمہ وقت اپنے بیٹے کی قربت کی خواہش محسوس کرتی ہوں، مگر اس کے باوجود مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اس نے عظیم باپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی لاج رکھ لی ہے اور اس ملک میں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کو اس منزل پر لے جا رہا ہے، جہاں سے کامیابی کا راستہ مختصر نظر آ رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں میرے شوہر[۱] اپنے بیٹے کی اس کامیابی پر نازاں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ حق و صداقت کے راستے میں نورانی میاں نے جو سختیاں جھیلی ہیں، وہ ایک ماں کے دل کے لیے بظاہر تکلیف دہ ضرور ہیں، مگر ان کے پیشرؤوں کو حق کے لیے اس سے بڑی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ نورانی میاں کا حوصلہ بلند ہے۔ اگر قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر وہ کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے، تو میں مرتے دم تک انہیں اور خود کو معاف نہ کر پاتی۔ خود کو یہ سوچ کر کہ کہیں میری تربیت میں تو کوئی کمی نہیں رہ گئی تھی، مگر آج میں خوش ہوں کہ حشر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو مجھے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی اور نہ ہی میں اپنے شوہر کے روبرو شرمسار ہوں گی۔ میں ان تمام بہنوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں جن کے بچوں، شوہروں یا بھائیوں نے نظامِ مصطفےٰ کی راہ میں جانیں دی ہیں یا جن کے بچے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، میں انہیں یقین دلاتی ہوں کہ ظلم کی تاریکی چھٹنے والی ہے اور وہ صبح ضرور طلوع ہو گی جو نظامِ مصطفےٰ

---

[۱] حضرت علامہ نورانی مدظلہٗ کے والد ماجد حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں مدفون ہیں۔ محمد حنیف نوائے وقت ۱۲ جنوری ۱۹۷۸ء

کی روشنی لیے ہوگی اور جس کے ذریعے اس ملک میں عدل و انصاف کا دَور دورہ ہوگا۔"[1]

حق گوئی

اللہ تعالیٰ نے قائد اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو جن گوناگوں صفات سے متصف کیا ہے، ان میں ایک حق گوئی اور بے باکی ہے۔ چنانچہ آپ نے کبھی بھی صداقت و حق گوئی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، چاہے مصلحت کا تقاضا کچھ ہی کیوں نہ ہو اور چاہے کس قدر خطرات کا مقابلہ ہو۔ آپ کی حق گوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہفت روزہ "چٹان" رقم طراز ہے:

"ہم تک جو روایتیں پہنچی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نورانی صاحب نے لادینی عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس جماعت کے سامنے سپر انداز ہونے سے انکار کرتے رہے، جس جماعت کی اکلوتی آرزو ہے کہ اقتدار کی مطلقہ سے حلالہ کرنے پر کب قادر ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ وہی مولانا نورانی ہیں جنہوں نے اس دور کے محمد شاہ رنگیلے (یحییٰ خان) کو مے نوشی میں مستغرق دیکھ کر ڈانٹ دیا تھا اور گرج کر کہا تھا: یحییٰ! شراب نوشی بند کردو، ورنہ ہم جا رہے ہیں۔"[2]

مسٹر بھٹو کے عہدہ صدارت سنبھالنے کے بعد ایک مجلس میں بھٹو سے مولانا نورانی کا تعارف کرایا گیا، تو بھٹو صاحب نے کہا: "اچھا یہ ہیں مولانا نورانی جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں۔" مولانا نورانی نے فرمایا: "حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑنے دے، تو ہمیں کیوں نکالنے پڑیں۔" مولانا کے برجستہ جواب سے حاضرین خوب

---

[1] روزنامہ "جنگ" کراچی: ۲۴ مئی ۱۹۷۷ء

[2] ہفت روزہ "چٹان": ۳ مئی ۱۹۷۱ء

87202

محفوظ ہوتے[1]

قلمی خدمات

آپ نے تحفظِ اسلام و تحفظِ مقامِ مصطفےٰ کی خاطر جہاں دیگر میدانوں میں کام کیا، وہاں تحریری میدان میں بھی اپنی مساعئ جمیلہ بروئے کار لائے، چنانچہ آپ نے اسلام کی ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ اردو، فرانسیسی، انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرونِ پاکستان ان مقامات پر مفت تقسیم کرنے کے انتظامات کیے، جہاں ایک عرصہ سے مشنری جوان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر مفت تقسیم کر رہے تھے، اس طرح آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جال میں پھنسنے سے بچا لیا۔

آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور مرزائیت کے رد میں تحریر فرمائیں جو زیرِ طبع ہیں:

۱۔ دی سیل آف دی پرافٹ (مہرِ نبوت) (انگریزی)
۲۔ جیسس کرائسٹ اِن دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں)

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شاہ احمد نورانی کو بارگاہِ رب العزت سے محبتِ رسول کا وافر حصہ عطا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقریر چاہے مذہبی ہو چاہے سیاسی، بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کی خاطر آپ قصیدہ بُردہ شریف کے وہ اشعار ضرور پڑھتے ہیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہے۔[2]

---

[1] ابوداؤد محمد صادق، مولانا: شاہ احمد نورانی، ص ۲۹

[2] 〃 〃 〃 〃 ص ۴۶

آپ کا لباس، اخلاق، حتیٰ کہ گھریلو ماحول کا عربی ہونا حرمین طیبین میں بکثرت حاضری، کھانے میں عرب شریف کی کھجور مبارک ہونا اور بچوں سے عربی زبان میں گفتگو یہ تمام باتیں عشق رسول ؐ کا واضح ثبوت ہیں۔

سفیرِ اسلام

مختلف افریقی ممالک کے تبلیغی دوروں کے دوران مئی ۱۹۷۸ء میں جب علامہ شاہ احمد نورانی کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) تشریف لے گئے، تو وہاں کے میئر کی جانب سے شہریوں کے استقبالیہ میں آپ نے "اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے" کے زیرِ عنوان انگریزی میں خطاب کرتے ہوئے دورِ جدید کے مسائل اور اسلام کے پیش کردہ حل پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ اب دنیا بھر میں غیر مطمئن اور بے چین انسانوں کو اسلام کی اکلیت اور جامعیت کا احساس ہو رہا ہے۔

کیپ ٹاؤن کے میئر نے علامہ نورانی کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں سفیرِ اسلام کے خطاب سے یاد کیا[۹]۔

غیرتِ ایمانی

۱۹۵۸ء میں آپ نے ضیاء الدین باباخانوف (مفتیٔ اعظم رُوس) کی خصوصی دعوت پر روس کا دورہ کیا اور ازبکستان، تاشقند، سمرقند و بخارا کے مسلمانوں سے ملے۔ نورانی واحد غیر ملکی ہیں جنہوں نے رُوسی حکومت کے ہر اقدام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کیا[۱۰]۔

---

[۹] روزنامہ جنگ، ۷ مئی ۱۹۷۸ء

[۱۰] ہفت روزہ صحافت لاہور ۵ تا ۱۱ نومبر ۱۹۷۷ء

قتل کی سازش اور حملہ

قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی حق گوئی سے بھٹو حکومت بہت زیادہ خائف تھی، چنانچہ حکومت کی طرف سے آپ کو ٹھکانے لگانے کے لیے آپ کے قتل کی سازش کی گئی جو کامیاب نہ ہوسکی۔ سابق وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو کے ذاتی ملازم نورا کے سگے بھائی عبدالستار نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کے نام ایک یادداشت میں اس بات کا انکشاف کیا۔ یادداشت کے مطابق پنجاب کے سابق وزیرِ اعلیٰ نواب صادق حسین قریشی نے مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات کے موقع پر عبدالستار کو چیف منسٹر ہاؤس پنجاب میں طلب کر کے یہ ہدایت دی کہ وہ یثرب کالونی چوک اسلام آباد میں ہونے والے جلسۂ عام میں مولانا شاہ احمد نورانی کو ختم کر دے۔ اسے ایسا کرنے پر مکمل تحفظ کا یقین دلایا گیا، جبکہ حکم کی تعمیل نہ ہونے کی صورت میں اس کے خلاف سنگین مقدمات پر کارروائی ہوسکتی ہے۔

عبدالستار نے اس جلسہ میں گڑبڑ تو کر دی لیکن وہ مولانا نورانی پر گولی نہ چلا سکا جس کی پاداش میں اسے تھانے لے جا کر مارا گیا۔[1]

پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ سے خائف۔ یہ جماعت (پیپلز پارٹی) حضرت قائدِ اہلِ سنت کے بارے میں بخوبی جانتی ہے کہ یہ شخص نظامِ مصطفیٰ کے سلسلہ میں کسی مصلحت یا سودا بازی کا شکار نہیں ہوسکتا اور یہی وہ راہنما ہے جس نے قوم کو یہ پاکیزہ نعرہ دیا اس لیے پیپلز پارٹی مسلسل آپ کے درپے رہی، یہاں تک کہ اگست ۱۹۷۷ء کو آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا گیا۔

۸ راگست ۱۹۷۷ء مطابق ۱۲ شعبان المعظم بروز سوموار آپ اپنے رفقاء کے ہمراہ قومی اتحاد کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے مسلم لیگی راہنما چودھری ظہور الٰہی

---

[1] ہفت روزہ افق کراچی، جلد ۱۰، شمارہ ۲، ۸ رجنوری تا ۱۵ رجنوری ۱۹۷۸ء، ص ۱

کی اقامت گاہ واقع گلبرگ لاہور جا رہے تھے۔ جیسے ہی قائد اہل سنت کی کار ظفر علی روڈ سے پل پر آئی، وہاں موجود پیپلز پارٹی کے غنڈوں نے آپ کی کار کو گھیر کر اس پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیے جس سے حضرت قائد اہل سنت کے ایک ساتھی سر پر ڈنڈے لگنے سے زخمی ہوگئے۔ حملہ آوروں نے آپ کی گاڑی کے تمام شیشے توڑ ڈالے اور کار پر زبردست پتھراؤ کیا۔ ایک کارکن نے مولانا شاہ احمد نورانی کی دستار مبارک بھی چھیننے کی کوشش کی، لیکن آپ کی کار کا ڈرائیور ہجوم میں خطرہ مول لے کر گاڑی کو تیزی سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔[1]

اس واقعہ کی یہاں ملک کے ہر سنجیدہ شخص نے مذمت کی، چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق نے بھی اپنی نشری تقریر میں نہ صرف اس واقعے کی مذمت کی، بلکہ حضرت مولانا نورانی سے معذرت خواہ ہوئے۔

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

ملک کے جلیل القدر علماء، سیاست دانوں اور صحافیوں نے آپکے علم و عمل، زہد و تقویٰ، مومنانہ فراست اور قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے جن کا یہاں ذکر کرنا نہایت مناسب ہوگا۔

پیر کرم شاہ ازہری

عام انتخابات کے بعد قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کا جو پارلیمانی گروپ قائم کیا گیا تھا، اس کی قیادت متفقہ طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کے سپرد کی گئی۔ اس عرصہ میں بڑے کٹھن اور صبر آزما مرحلے بھی آئے۔ ابتلاء و آزمائش کی روح فرسا وادیوں کو بھی طے کرنا پڑا۔ ترغیب و ترہیب کے ہتھکنڈے بھی استعمال کیے گئے، لیکن ہر موقع پر اس بطل جلیل نے اپنی بالغ نظری، مومنانہ فراست اور قائدانہ صلاحیتوں کا وہ مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے سب ہش ہش کر اٹھے۔[2]

---

[1] روزنامہ وفاق لاہور، ۹ اگست ۱۹۷۷ء، ص ۱ [2] پیر کرم شاہ، مولانا: ضیائے حرم جون ۷۶ء

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں :

"بھٹو سے پوچھو کہ جب شمع جمالِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے پروانے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت بلند کرتے تھے، تو اس پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ وہ کونسا لیڈر تھا جس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی ذات تھی جن کی سیرت و کردار پر بھٹو جیسا زبان دراز بھی کوئی بہتان نہ لگا سکا۔ مذاکرات کے لیے جو ٹیم مقرر ہوئی، اس میں بھی جمعیت نے شمولیت کا مطالبہ نہیں کیا، ورنہ مولانا نورانی سے زیادہ کون اس کام کے لیے موزوں تھا؟ بارہا ایسے مرحلے آئے کہ ہماری ٹیم نے بھٹو کی چالوں میں آکر اس کی تجویز کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے کا ارادہ کر لیا۔ وہ کون تھا جو انہیں مضبوط موقف اختیار کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کس نے ان کی اس تجویز کو مسترد کیا کہ بھٹو وزیر اعظم رہے اور از سرِ نو الیکشن کرا دے۔ اگر مولانا نورانی کی مومنانہ فراست آڑے نہ آتی، تو قوم ایک المناک حادثہ سے دوچار ہوتی۔

تحریک میں تو سارے لیڈر صاحبان شریک تھے، لیکن گڑھی خیرو کا عقوبت خانہ کس کے لیے مخصوص کیا گیا۔ اگر دوسرے صاحبان سہالہ ریسٹ ہاؤس میں نظر بندی کے دن گزار سکتے تھے اور بھٹو کی ضیافتوں سے بہرہ یاب ہو سکتے تھے، تو نورانی میاں میں کیا عیب تھا کہ ان کو وہاں سے نکال کر اس تپتے ہوئے آتش کدہ میں ڈال دیا، جہاں بسا اوقات درجۂ حرارت ۱۲۰ فارن ہیٹ ڈگری سے بھی بڑھ جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہاں سورج کی تمازت سے پانی یوں اُبلنے لگتا کہ اسی میں پتی ڈال کر آپ چائے تیار کر سکتے تھے۔ حوالات کا ایک تنگ کمرہ جس میں پنکھا تک نہیں، آٹھوں پہر وہیں مقفل رہنا، یہ سب کچھ بے سبب تو نہ تھا۔ بھٹو جانتا تھا کہ شاید اپنی چرب زبانی سے میں دوسروں کو تو اپنے ڈھب پر لا سکوں، نورانی میاں میرے قابو میں آنے والا نہیں، اسے اتنا دکھ پہنچاؤ، اتنی اذیت دو کہ یہ حسن و نزاکت کا پیکر، لطافت و پاکیزگی کا مجسمہ علامہ عبد العلیم صدیقی

سے آغوشِ ناز میں پرورش پایا ہوا یہ گلِ رنگیں اس کی تاب نہ لاسکے اور اس کی قوتِ مدافعت شکست تسلیم کرلے، لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، کی راہ پر چلنے والے کبھی کانٹوں اور انگاروں کو خاطر میں لاتے ہیں؟ مولانا نورانی کے مضبوط موقف نے ہماری مذاکراتی ٹیم کو کئی بار کھڈ میں گرنے سے بچالیا۔ [۱]

مولانا شاہ عارف اللہ قادری چیئر مین رویتِ ہلال کمیٹی

مولانا نورانی اسمبلی میں ہوں یا عام جلسوں میں وہ اسلام کی برتری کے لیے تختِ کیکاؤس کو ٹھکراتے ہیں اور بعض اوقات عظمتِ دین کی خاطر دار و رسن کا انتظار اُن کی قلبی خواہش کا آئینہ دار ہوتا ہے [۱]

چوہدری فضل الٰہی صدرِ پاکستان

مولانا نورانی کا نام ہی نورانی نہیں، ان کی ڈاڑھی بھی نورانی ہے اور ان کا چہرہ بھی۔ [۲]

پروفیسر غفور احمد (جماعتِ اسلامی)

نورانی میاں کی خدمات قابلِ تعریف ہیں، ان پر اپنی سیٹ کو بچانے کے لیے آئین پر دستخط کرنے کا الزام سراسر غلط ہے۔ انہوں نے اسلامی اور جمہوری آئین کے نفاذ کے لیے دوسری جماعتوں کے ساتھ ہمت و جرأت کے ساتھ کام کیا ہے۔ [۳]

وزیر اعظم ماریشس

ربیع الاول شریف ۱۳۹۸ھ میں جب آپ ماریشس تشریف لے گئے تو

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، جولائی ۱۹۷۸ء

[۲] ابو داؤد محمد صادق، مولانا: "شاہ احمد نورانی" صفحہ ۱۳۹

[۳] ہفت روزہ "استقلال" لاہور، ۲ر جولائی ۱۹۷۳ء

[۴] روزنامہ "جسارت" کراچی: ۲۳ر اپریل ۱۹۷۳ء

آپ کا استقبال نہایت شاندار طریقے پر کیا گیا۔ اور ماریشس میں آپ کا استقبال کسی بھی سربراہِ مملکت سے کم نہیں ہوتا۔ اس موقع پر عالمی اسلامی کانفرنس میں ماریشس کے وزیرِ اعظم نے کہا: ماریشس میں سکون کا سہرا مولانا نورانی کے سر ہے[1]

ممتاز صحافی الطاف حسن قریشی

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی قائد جناب شاہ احمد نورانی سلیقے کے آدمی ہیں۔ سیاسی اونچ نیچ سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ بھٹو کے عہدِ عروج میں پارلیمانی اپوزیشن کی شیرازہ بندی کرتے رہے۔ متحدہ قومی محاذ کی تربیت و تشکیل میں ان کا نمایاں حصہ ہے۔ ۱۹۷۳ء کی دستور سازی میں ان کی سیاسی کاوشیں اپنا رنگ دکھاتی رہیں۔ اجتماعی جدوجہد کا فن انہیں خوب آتا ہے، اردو اور عربی کے علاوہ انگریزی زبان پر اچھی قدرت رکھتے ہیں اور سیاسی باریکیوں اور نزاکتوں کو خاموشی سے گزرنے نہیں دیتے۔

جناب شاہ احمد نورانی قوتِ فیصلہ اور قوتِ کار سے بہرہ ور ہیں۔ بعض مواقع پر انہوں نے فیصلہ کن قدم اٹھایا اور تنظیم کو بکھرنے سے بچالیا۔ دن کے وقت بھی کام کرتے ہیں، مگر شب بیداری ان کی سیاسی زندگی کا لازمی جزو بن گیا ہے۔

اچھے تعلقات کی آبیاری ان کا سب سے بڑا وصف ہے۔ شیریں گفتار ہونے کی وجہ سے ان کا معاشرتی دائرہ بڑا وسیع ہے۔ باصلاحیت افراد بالخصوص نوجوانوں کو اپنی جماعت سے وابستہ کرنے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔

محبت کرنا بھی جانتے ہیں اور محاذ آرائی بھی۔ قومی مسائل پر سیاسی نقطۂ نظر سے غور و فکر کرتے ہیں۔ پارلیمانی مباحث نے ان کے جوہر اور نکھار دیے ہیں[2]

---

[1] ہفت روزہ افق جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱۰، مورخہ ۵ تا ۱۱ مارچ ۱۹۷۸ء، ص ۳

[2] ہفت روزہ "زندگی" لاہور ۸ تا ۱۵ دسمبر ۷۷ ۱۹ء

ممتاز سیاست دان چودھری ظہور الٰہی

مسلم لیگی رہنما چودھری ظہور الٰہی، بھٹو کے سیاہ دَور میں پابند سلاسل رہے۔ فوجی حکومت کے حکم کے تحت رہائی پانے کے موقع پر جمعیت العلماء پاکستان کراچی کی طرف سے دیے گئے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"وہ قومی اتحاد کے راہنماؤں میں مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری کی شخصیات سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سابق صدر یحییٰ خان نے شاہ احمد نورانی سے میرا تعارف کرایا تھا اور کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے مذاکرات کے دوران جب مغربی پاکستان کے تمام لیڈر خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ شاہ احمد نورانی واحد آدمی تھا جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھ سے بات کرتا تھا اور جس نے کہا تھا کہ تم کسی کو غدار قرار دینے والے کون ہوتے ہو۔ عوام کے نمائندوں کو اقتدار منتقل کر دو، اس کے بعد سیاسی معاملات کو حل کرنا ہمارا کام ہوگا"[1]

رفیق ڈوگر

ہر حکمرانِ وقت کو حاضر ناظر اور تمام حکمرانوں کے حکمران کو غیر حاضر ماننے والے ایک ترقی یافتہ اخبار نویس، ایک پریس کانفرنس کے شروع ہونے سے پہلے بڑے برہم تھے۔ یہ پریس کانفرنس ۱۹۷۰ء کے آزادانہ انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے کامیاب قومی اسمبلی کے ارکان کے تعارف کے لیے بلائی گئی تھی۔ ہمارے ساتھی کی غیر اخبار نویسانہ تکلیف کا ایک سبب تو ان ارکان کی داڑھی کی طوالت تھی اور دوسرے ان (صحافی) کی اپنی جہالت۔ انگریز دشمن، انگریزی دوست اس انقلابی

[1] روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء

کا خیال تھا کہ داڑھیوں والے انگریزی نہیں بول سکتے، اس لیے وہ اسمبلی کے معیار کار پر اچھے اثرات مرتب نہیں کریں گے، نہ بحث میں حصہ لے سکیں گے۔ پریس کانفرنس شروع ہوئی، توان ارکان کے قائدنے برطانوی انگریزی امریکی لہجے میں اس روانی سے بولنا شروع کر دی کہ مذکورہ اخبار نویس اتنی شدت سے اُردو بھی نہیں بول سکتے۔

ہر سوال کا جچا تلا ریڈی میڈ جواب، ہمارے ساتھی شرم کے مارے سوال تک کرنا بھول گئے۔ جاہلانہ بدگمانی کو عالمانہ انداز میں موقعہ واردات پر ہی بالکل دُور کر دینے والے یہ رُکن قومی اسمبلی مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔

انگریزی کے علاوہ فارسی، فرانسیسی اور سواحلی جاننے والے یہ اکاون سالہ حافظِ قرآن، "مولانا شاہ" نہیں ہوتے" شاہ احمد" ان کا نام ہے اور نورانی کام۔

پُروقار اور نکتہ سنج، طبیعت میں مزاح اور شوخی مگر اظہار صرف بوقتِ ضرورت۔ قومی اسمبلی میں ان کی کارکردگی اور حاضر جوابی سے حزبِ اقتدار اتنی تنگ ہوتی تھی کہ ایک دفعہ پیرزادہ کی مدد کے لیے وزیرِ اعظم (سابق) ذوالفقار علی بھٹو کو خود آنا پڑا تھا۔ سیاست میں کمسن ہونے کے باوجود بڑے بڑوں کے کان کترتے ہیں اور اپنے اور پرائے سب ان کی عزت کرتے ہیں اور ان سے ہوشیار باش رہتے ہیں۔

سیاست قومی اسمبلی و رسینٹ میں ان کی کارکردگی حوصلہ افزا اور امید افزا رہی ہے۔ وقتی اور سیاسی ضروریات کے مطابق "ذات" کو آگے پیچھے کرنے کی جرات اور حوصلہ رکھتے ہیں اور یہ جرأت اور حوصلہ بڑے کم سیاست دانوں میں دیکھے گئے ہیں[1]

ظہورِ عالم شہید

مولانا شاہ احمد نورانی مشہور عالم دین اور ممتاز مبلغ ہیں، انہیں مختلف زبانوں پر

---

[1] رفیق ڈوگر، چالیس چہرے ص ۴۳، ۴۴۔

عبور حاصل ہے اور انہوں نے دنیا کے کئی ملکوں ممالک کا دورہ کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ پاکستان کی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیتے، وہ تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں باہر بہت کام کر چکے ہیں۔ ان دوروں نے اور ان تجربات نے ان کی فکر میں وسعت اور گہرائی پیدا کی ہے اور بالآخر انہوں نے جمعیت علمائے پاکستان کی صدارت سنبھالی تو صدر کی حیثیت سے انہوں نے پاکستان میں جب بھی کوئی تحریکِ جمہوریت کی بحالی کے لیے یا نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے شروع ہوئی، تو انہوں نے اور ان کی جماعت نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بعد میں جو آخری، پاکستان قومی اتحاد کی تحریک تھی، اس میں بھی ان کی جماعت کا کردار قابلِ تحسین رہا ہے۔ [۱]

سیّد نظر زیدی

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کی نہایت بالا قد شخصیت ہیں۔ ان کی قابلیت کی طرح دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا عشق بھی مسلمہ ہے۔ اس طرح وہ خدمات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں جو آپ نے اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے انجام دیں۔ [۲]

ہفت روزہ صحافت لاہور

شاہ احمد نورانی حافظِ قرآن ہیں، قاری بھی ہیں اور مبلغِ اسلام بھی۔ انہیں دنیا کی بارہ زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے قبل پاکستان آئے تو عقیدتمندوں نے اصرار کیا کہ پاکستانی سیاست میں حصہ لیں، کیونکہ نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے یہاں ایسے مردِ حق کی ضرورت ہے جو اسمبلی میں اس مقصد کے لیے آواز بلند کر سکے۔

---

[۱] ریڈیو ٹیلیویژن پاکستان مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء روزنامہ جنگ کراچی [۲] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ستمبر ۱۹۷۳ء

شاہ احمد نورانی نے اس عظیم ذمّہ داری کو نبھانے کا فیصلہ کیا اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصّہ لیا اور قومی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔ اُس وقت سے اب تک پاکستانی سیاست میں ہیں اور اس کی تمام تر آلائشوں سے بچنے کے ساتھ مردِ حق کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے ہیں۔ [۱]

ہفت روزہ افریشیا لاہور

مولانا نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی سے بلا تکلّف اور پُر اعتماد گفتگو میں مجھے جو تاثر ملا ہے، وہ یہ ہے کہ مولانا نورانی کی سیاسی ضرورتوں کے تحت دینی اصولوں اور تقاضوں پر کسی سے سمجھوتہ نہیں کرسکتی۔ نیز یہ کہ وہ ایک پُر اعتماد سیاست دان ہیں جو اپنی سیاست خود چلا سکتے ہیں، انہیں کسی کی بیساکھیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ [۲]

روزنامہ آزاد لاہور

بھائیو! مولانا شاہ احمد نورانی کا کیا پوچھتے ہو، جو بگولے کی طرح سیاست میں آئے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔ [۳]

روزنامہ جمہور لاہور

نورانی میاں ہمیں سدا سے اچھے لگتے رہے ہیں اور بلاشبہ ان کی شخصیت ملاحت، سلاست اور نفاست کا پسندیدہ نمونہ ہے۔ [۴]

---

[۱] ہفت روزہ صحافت لاہور ۵ تا ۱۱ نومبر ۱۹۷۷ء [۲] ہفت روزہ افریشیا ۵ تا ۱۱ نومبر ۱۹۷۷ء

[۳] ابوداؤد محمد صادق، مولانا: شاہ احمد نورانی ص ۱۴۳

[۴] روزنامہ جمہور لاہور ۸ مارچ ۱۹۷۲ء

ہفت روزہ چٹان لاہور

قومی اسمبلی میں جمعیت العلماء پاکستان کے پارلیمانی گروپ کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کو عملی سیاست میں داخل ہوئے دو ڈھائی برس سے زیادہ نہیں ہوئے، مگر اس عرصہ میں انہوں نے اپنی سیاسی بصیرت، تدبر، حق گوئی اور بے باکی سے ثابت کر دیا ہے کہ مستقبل میں ان کا شمار پاکستان کے ممتاز سیاسی راہنماؤں میں ہوگا۔[1]

ہفت روزہ استقلال لاہور

جمعیت کی سیاست میں دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی بہت اُبھرے ہیں۔ انہوں نے انتہائی ناساعد حالات میں بھی کلمۂ حق بلند کرنے میں کبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا اور اس حقیقت کو نظر انداز کرنا آسان نہیں کہ پہلے قومی اسمبلی میں مشترکہ حزب اختلاف اور بعد میں متحدہ جمہوری محاذ کے قیام میں مولانا نے نمایاں اور ٹھوس کردار ادا کیا ہے۔[2] مولانا بڑی دلآویز شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک طرف وہ معرکۂ حق و باطل میں چٹان دکھائی دیتے ہیں، تو دوسری طرف اپنوں کے درمیان جانِ محفل بنے نظر آتے ہیں، دوسرے الفاظ میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم کے اس ارشاد

---

[1] ہفت روزہ چٹان، لاہور ۳۱ جنوری ۱۹۷۲ء

[2] یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے نظامِ مصطفٰے کے نفاذ کی خاطر سیاسی جماعتوں کے اتحاد میں نمایاں کردار کیا۔ آپ کی کوششوں سے متحدہ محاذ بنا، لیکن بعض جماعتیں جو نظریہ پاکستان کی مخالف ہیں، وہ آپ کی مقبولیت سے بوکھلا گئیں اور آپ کو متحدہ جمہوری محاذ چھوڑنا پڑا اور پھر آپ ہی کی کوشش سے قومی اتحاد وجود میں آیا، لیکن بالآخر اتحاد نشۂ اقتدار کی بھینٹ چڑھ گیا، اور آپ اتحاد کو خیر آباد کہنے پر مجبور ہوگئے۔

کی عملی تفسیر ہیں ؎

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر!
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

یا پھر ؎

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا [1]

ہفت روزہ تعمیرِ وطن لاہور

ملکی سیاست میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کے نامور اور مقبول عوام سیاسی راہنماؤں و مذہبی اکابر و عمائدین ہوتا ہے۔ آپ ایک مدبر اور ذہین سیاست دان ہیں۔ [2]

ہفت روزہ زندگی لاہور

مولانا شاہ احمد نورانی بین الاقوامی مبلغِ اسلام ہیں اور انگریزی کیا فرانسیسی، سواحلی، فارسی اور عربی بھی ایسی ہی خوبی سے بول سکتے ہیں اور اردو ان کی لونڈی ٹھہری، کیونکہ وادیٔ گنگ و جمن کے باسی ہیں، تحریکِ پاکستان کے زمانے میں کالج کے طالب علم تھے، دل کھول کر تحریکِ پاکستان میں نہ صرف حصہ لیا، بلکہ انہی دنوں میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے عسکری انداز میں منظم بھی کیا۔ [3]

---

[1] ہفت روزہ استقلال لاہور ۲؍جولائی ۱۹۷۳ء

[2] ہفت روزہ تعمیرِ وطن ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء

[3] ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

ماہنامہ ترجمانِ اہلِ سُنّت کراچی

ملکی سیاست میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ سیاست کے نشیب و فراز سے کاملاً آگاہ اور اس کے پُرپیچ و خمدار راستوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ صاف گوئی اور راست بازی کے مقابلہ میں مصلحتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اسلامی نظام کے حامیوں کی آنکھوں کا نور اور اشتراکیوں، دہریوں اور مرزائیوں کے سینوں میں چبھنے والا کانٹا ہیں۔[1]

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

حضرت الحاج فاضل شہیر مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان کی معروف و مشہور اور جمعیت علماء پاکستان کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔ آپ نے تھوڑے عرصے میں ملکی سیاست میں ایک ممتاز و بلند مقام حاصل کر لیا ہے۔ اگرچہ باخبر حضرات آپ کی شخصیت سے پہلے ہی متعارف تھے، مگر گزشتہ انتخابات نے تو آپ کی شخصیت کو ملک میں نمایاں کر دیا ہے۔[2]

---

[1] ترجمانِ اہلِ سنت کراچی، ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ

[2] ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

ت کے لیے شب و روز ایک
شش کی۔ تجارت میں مس

مجاہدِ ملت علامہ عبد شریعت کے نفا یازی

ضیغمِ اسلام حضرت علامہ مولانا عبدالستار خان بن جناب ذوالفقار خان ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ / اکتوبر ۱۹۱۵ء میں بمقام اٹک پنیالہ، تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی پیدا ہوئے۔ آپ میانوالی کے مشہور نیازی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔[1]

خاندانی ماحول

آپ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی، جہاں ہر وقت دین کا چرچا رہتا تھا اور گھر کے تمام افراد تہجد گزار تھے اور اسی پاکیزہ ماحول کا نتیجہ ہے کہ تہجد گزاری علامہ نیازی کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ آپ کے نانا جان کو تاریخِ اسلام سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ آپ نے ان کی تربیت میں صحابہ کرام کے مجاہدانہ کارناموں سے قلبی وابستگی پیدا کی۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ سکول و کالج میں آپ ہمیشہ مستشرقین کی ایسی نگارشات پر سیخ پا ہوتے جن سے حضور علیہ السلام کی ذاتِ قدس کے بارے میں اشارتاً یا کنایتاً بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔[2]

تعلیم و تربیت

علامہ نیازی نے ۱۹۳۳ء میں عیسیٰ خیل (میانوالی) سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور وظیفہ

---

[1] محمد صادق قصوری، مولانا: اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۲

[2] ماہنامہ ضیائے حرم، دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۸۵

حاصل کیا۔ا جمانِ اہلِ سنت کرا شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے جاری کردہ اشاعت
اسلام کالج میں قرآن، حدیث، فقہ، سیرت النبی، تاریخ مذاہب
کے تقابلی مطالعہ ں مولانا شاہ احمد ن دن اور اسلامی تحریکوں پر مشتمل دو سالہ نصاب کی تکمیل کرکے
شاعرِ مشرق سے آگا ... نالی لہ

۱۹۳۷ء میں آپ نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۸ء میں بی اے پاس کیا اور ۱۹۴۰ء میں آپ ایم اے کر چکے تھے۔ ؎

تدریسی خدمات

آٹھ سال تک آپ اسلامیہ کالج لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران ۱۹۴۲ء میں آپ کو انجمن نعمانیہ ہند کا ڈپٹی سیکرٹری بنا دیا گیا، جبکہ اس سے پہلے اقبال ڈے سوسائٹی کے سیکرٹری بنائے جا چکے تھے۔ ستمبر ۱۹۴۲ء میں آپ کو اسلامیہ کالج لاہور میں شعبۂ اسلامیات کا صدر مقرر کیا گیا اور پھر ۱۹۴۶ء میں جب کانگرس کی چیرہ دستیوں اور اسلامیانِ ہند کے حق خود ارادیت سے صریح انکار پر قائدِ اعظم نے ڈائرکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا، تو آپ کالج کی مصروفیات چھوڑ کر تحریکِ پاکستان کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ؎

اصلاحی خدمات

۱۹۳۵/۳۶ء میں جب تقریباً تمام کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا اور سیاسی طور پر ہندو، متحدہ قومیت کا فتنہ برپا کر رہے تھے۔ مولانا نیازی نے ۱۹۳۶ء میں میانوالی میں مجلس

؎ ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات۔ جنوری ۱۹۷۱ء ص ۱۸

؎ محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۳، ۱۲۵، ۲۲۷

اصلاحِ قوم" کی بنیاد رکھی اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے لیے شب و روز ایک کر دیئے ہندوؤں کی سازش اور چالوں کو ناکام بنانے کی مقدور بھر کوشش کی۔ تجارت میں مسلمانوں کو دخیل کیا اور انہیں جداگانہ ملی تشخص کا احساس دلایا۔ نیز اسلامی شریعت کے نفاذ کی خاطر عوام کو منظم کیا اور غریبوں کے لیے بیت المال قائم کیا۔

۱۹۳۸ء میں ایام تعطیلات کے دوران آپ ضلع میانوالی میں اصلاحی کاموں میں دوبارہ منہمک ہو گئے اور "انجمن اصلاحِ قوم" کی جنرل کونسل میں ایک مستقل قرارداد کے ذریعے انجمن کا نام تبدیل کر کے "انجمن اصلاح المسلمین" رکھا گیا۔

جب قیامِ پاکستان کی منزل قریب آ رہی تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاست دان شامل ہو رہے تھے، تو کمیونسٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں شامل ہو گئے، چنانچہ مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب کونسل کے اجلاس میں کمیونسٹوں کو لیگ سے نکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی اور مسلم لیگ سے دانیال لطیفی، ڈاکٹر ذاکر شہدی، شیر محمد بھٹی اور دیگر کمیونسٹوں کو نکال دیا گیا۔[1]

مجاہدِ تحریکِ پاکستان

آپ نے طالب علمی کے دور سے ہی تحریکِ پاکستان میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ جنوری ۱۹۳۷ء میں آپ نے میاں محمد شفیع (م۔ش) حمید نظامی مرحوم، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، جسٹس انوار الحق اور ابراہیم علی چشتی کے تعاون سے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد رکھی، جس کے پہلے صدر میاں محمد شفیع (م ش) اور دوسرے صدر حمید نظامی مقرر ہوئے، جبکہ ۱۹۳۹ء میں تیسرے صدر علامہ نیازی منتخب ہوئے۔ آپ نے فیڈریشن کا دستور مرتب کرایا۔

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶

جس کا عنوان قرآن پاک کی یہ آیت تھی : کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔

ترجمہ : تم بہتر ہو سب امتوں میں، جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔[۱]

اس وقت مسلمانوں میں الگ مملکت کا احساس شدت اختیار کرچکا تھا اور مختلف[۲] حلقوں کی طرف سے ہندوستان کے آئینی مستقبل کے بارے میں تجاویز پیش کی جارہی تھیں۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک وفد نے بھی ۱۹۳۹ء میں آپ کی زیر قیادت دہلی میں شہید ملت لیاقت علی خان کی کوٹھی "گل رعنا" میں قائد اعظم، مادر ملت فاطمہ جناح، خان لیاقت علی خان اور مسلم لیگ کی آئینی کمیٹی کے ارکان کو تجاویز پیش کیں۔ اس وقت تک مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، خلافت پاکستان کو اپنا نصب العین قرار دے چکی تھی۔[۳]

قائد اعظم ان تجاویز کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا :

Your Scheme is very hot.

مولانا نیازی نے جواب دیا : Because it has come from a boilling heart یعنی یہ اس لیے گرم ہے کہ یہ ابلتے ہوئے دلوں سے نکلا ہے۔

اس سے قائد اعظم بہت خوش ہوئے، اس کے بعد مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بات چیت ہوئی اور بالآخر قائد اعظم نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے

---

[۱] کنز الایمان از اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز۔ سورۃ آل عمران ع ۱۲

[۲] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان ص ۱۲۴

[۳] ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات جنوری ۱۹۷۱ء ص ۱۸

بعض نکات کو تسلیم کیا۔[1]

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حصولِ پاکستان، قوم کا نصب العین قرار پایا، تو آپ نے اپنے آپ کو اسی مقصد کے لیے وقف کرتے ہوئے ہر قریہ اور شہر میں پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

مارچ ۱۹۴۱ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائدِ اعظم کی زیرِ صدارت پاکستان کانفرنس منعقد کی، تو اس اجلاس کی مرکزی قرارداد پیش کرنے والے علامہ نیازی ہی تھے۔ اسی اجلاس میں دیہی علاقوں میں تحریکِ پاکستان کو منظم کرنے کے لیے پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی تشکیل دی گئی، تو آپ اس کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ یہ انتخاب قائدِ اعظم کے ساتھ آپ کے براہِ راست تعلق اور خط و کتابت کے لیے مفید ثابت ہوا۔

۱۹۴۲ء میں آپ کو ضلع میانوالی مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ پھر صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کے بھی رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ کو صوبائی مسلم لیگ کا پروپیگنڈا سیکرٹری بنا دیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں پنجاب مسلم لیگ کی صوبائی کونسل نے آپ کی تجویز پر یہ قرارداد منظور کی،

"پاکستان کا آئین شریعتِ اسلامیہ پر مبنی ہو گا"[2]

۱۹۴۵ء میں علامہ نیازی نے میاں محمد شفیع کے ساتھ مل کر "پاکستان کیا ہے؟ اور کیسے بنے گا" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زندگی کے ہر مسئلہ پر نظریہ خلافت کے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی تھی[3]

یہ دور تھا جب سر سکندر حیات، نواب شاہ نواز ممدوٹ اور بعض بڑے بڑے جاگیردار،

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۵

[2] " " "

[3] ماہنامہ رضائے حبیب گجرات، جنوری ۱۹۷۱ء ص ۱۹

[4] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان ص ۱۲۲

مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے کی راہ میں حائل تھے۔ انہی دنوں طلبائ کی ایک کانفرنس ملک برکت علی کی صدارت میں ہوئی، جس میں اعلان کیا گیا کہ صرف سکندر حیات سے ہی نہیں بلکہ ہراس شخص سے جنگ کریں گے، جو پاکستان کے خلاف زبان کھولے گا۔ سر سکندر حیات نے اس اعلان سے گھبرا کر آپ کو عہدوں کا لالچ دیا، لیکن آپ رضامند نہ ہوتے، پھر اس نے ایک لاکھ روپے کا تحفہ بھیجا، مگر آپ نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ جب تک سر سکندر حیات، قائد اعظم کے سامنے نہیں جھکتے، ہم صلح نہیں کر سکتے [1]

جولائی ۱۹۴۶ء میں آپ نے اپنے خاص شاگردوں سید محمد قاسم رضوی اور حکیم محمد آفتاب قرشی وغیرہ کی سرکردگی میں طلبائ کے وفود صوبہ کے مختلف مقامات پر لوگوں کو تحریک کے مقاصد سے روشناس کرانے کے لیے بھیجے۔

اسی سال آپ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی سے ایم ایل اے ایل منتخب ہوئے، لیکن لیگ کی واضح کامیابی کے باوجود فرنگی گورنر نے سر خضر حیات ٹوانہ سے ساز باز کی اور اسے وزارت بنانے کی دعوت دے دی [2]

مولانا نیازی نے صوبہ سرحد اور پنجاب کا دورہ کر کے لوگوں کو منظم کیا۔ خضر حیات جہاں جاتا۔ آپ اس کا تعاقب کرتے، یہاں تک کہ میاں چنوں (ضلع ملتان) میں تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔ خضر حیات نے تنگ آکر آپ کو لالچ دینا چاہا اور منہ مانگی مراد دینے کی پیش کش کی، تو آپ نے فرمایا: "میرے لیے دولتِ ایمان ہی کافی ہے"۔

زمین دینا چاہی، تو فرمایا: "تم ایک ایکڑ زمین کی بات کرتے ہو، ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں"۔ شریکِ اقتدار ہونے کا لالچ دیا، تو آپ نے فرمایا:

---

[1] ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۱۹

[2] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان، ص ۱۲۶

"اسلام کی دی ہوئی عزت ہی کافی ہے"۔[1]

اور بقول مولانا شبیر احمد ہاشمی "شہید گنج کی تحریک کے بچے کھچے مال سے بہت سے لوگ بہت کچھ بن گئے۔ ختم نبوت کی تحریک نے بہت سے لامکانوں کو جاگیروں کا مالک بنا دیا ہے۔ بہت سے (بقول مرزا ادیب و احسان دانش) پیسہ اخبار کے ہوائی چپل چٹخانے اور گردن لہرانے والے قلاش یہاں ہوٹلوں اور پریسوں کے مالک بنے، لیکن مولانا نیازی کا یہ عالم ہے کہ

ع قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا

انہوں نے اپنی خاندانی جائداد کو نظامِ مصطفےٰ کے لیے قربان کیا ہے، لیکن ضمیر کا سودا نہیں کیا ہے"۔

نظامِ مصطفےٰ کے لیے مساعی کا آغاز

۱۹۵۱ء میں علامہ نیازی دوسری بار صوبائی اسمبلی کے عمومی انتخاب میں میانوالی سے ہی ایم پی اے منتخب ہوئے اور اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھ کر اسمبلی میں پردہ بل پیش کیا۔ حرمت سود، مسئلہ کشمیر اور زراعت وغیرہ ملی مسائل پر تقاریر کیں۔ ہر قسم کے مصائب و آلام کی پرواہ کیے بغیر اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔ اسمبلی کے باہر حضرت محدث علی پوری اور پیر صاحب مانکی شریف رحمہما اللہ کے ساتھ مل کر نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے ملک گیر دورے کیے۔

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے رپورٹ B.P.C. Report پیش کی اور صدر مملکت کے مسلمان قرار دیے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی[2] تو علامہ نیازی نے بحیثیت داعی خلافت پاکستان گروپ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے چھ مثبت اور تین منفی اصول، اساسِ آئین کے طور پر پیش کیے، جو یہ تھے:

---

[1] ماہنامہ فیضان لاہور، فروری ۱۹۷۸ء، ص ۳۶

[2] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۲۹

مثبت اصول:

۱۔ قطعیت فرامین کتاب — ۲۔ ختمیت احکامِ رسالت
۳۔ توسل منہاج خلافت — ۴۔ اتباع مسلکِ اجماع
۵۔ اطاعت فتویٰ وفیصلہ — ۶۔ تمسک میثاق بیعت

منفی اصول:

۱۔ امتناع فرعونیت۔ ۲۔ امتناع قارونیت۔ ۳۔ امتناع یزیدیت

تشریح:

۱۔ قطعیّت فرامینِ کتاب حقیقی، خالق، مالک، حاکم اور منصف اللہ ہے۔ قانون سازی، عدالت، نظم ونسق اور حکومت کے ہر فیصلہ کے لیے قرآن اوّلین منبع اقتدار اور برترین فرماں روا ہوگا۔

۲۔ ختمیت احکامِ رسالت زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے اس کے آخری بلاواسطہ نائب جناب خاتم النبیین والمرسلین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام، اعمال اور روایات، حدیث وسنت سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبہ کے لیے دوسرا واجب التعمیل ماخذ اور وسیلۂ اقتدار ہوں گے۔

۳۔ توسل منہاجِ خلافت جب کبھی کتاب وسنت کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو صحابہ کرام، ائمہ، فقہاء اور سلف صالحین کی تفاسیر، تصریحات، اجتہادات اور فتاویٰ کے جو تقاضے ہنگامی نہ تھے، فقہ کے اصولوں کے مطابق بتدریج مدوّن اور مرتّب کر کے بحیثیت ایک ایسے اجماعِ ماضیہ کے ترجمان کے جو آج بھی اسلامی اعتقاد کے جواز کا تسلسل،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور پھر اللہ سے اخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا رتبہ رکھتا ہے۔ منفرد فیصلوں یا نتائج تک پہنچنے میں بطور تیسرے مآخذ اور بنائے نفاذ کے قابلِ تقلید ہوں گے۔

۴۔ اتباعِ مسلکِ اجماع مذکورہ بالا تینوں اصولوں کے ماتحت مخصوص یا قطعی قوانین کا استخراج کرنے میں ہر قسم کے اختلاف رائے کا تصفیہ بالواسطہ ان اصحاب الرّائے (رائے دہندگان) کی کثرتِ رائے سے کیا جائے گا جنہوں نے اپنی عادات میں اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم اور ضروری علوم دینی اور دنیاوی میں دست گاہ کی بناء پر اہل الرائے کا منصب حاصل کر لیا ہو۔

۵۔ اطاعتِ فتویٰ و فیصلہ ہر مقدمہ میں مسلکِ اجماع کے مفہوم کے متعلق ہر قسم کے اختلافات کا آخری فیصلہ آئینی یا قانونی اُمور میں مفتی کی متعلقہ عدالت اور واقعاتی امور میں قاضی کی متعلقہ عدالت، بحیثیت ایک آزاد اور واجب الاطاعت منصف کے کرے گی جس کا احاطہ اختیارات حکومت، ارباب حکومت اور ہر ادارے یا فرد پر حاوی ہوگا۔

۶۔ تمسّک میثاق بیعت ہر معاشرتی، سیاسی، آئینی، قانونی، تعلیمی اور انتظامی ذمہ داری اور اختیار کی بنا اس مسلّمہ انفرادی اور اجتماعی میثاقِ بیعت پر ہوگی جو ریاست کا ہر باشندہ شہریت کے رجسٹر میں نام درج کراتے وقت آئین کے چھ مثبت اور تین منفی اصولوں کی وفاداری اور فرمانبرداری کا حلف اٹھا کر قبول کرے گا۔

۱۔ امتناع فرعونیت (شرک اور ظلم کی ممانعت)

سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے یا انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادیٔ کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون یا معاہدۂ قانونی کی تعمیل کے عائد نہ کی جائے گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جبر کی نوعیت، مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز تھا۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بے داد کی غرض سے استعمال کرے، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اقتدار کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔ قرآن کریم میں شرک اور ظلم کی ممانعت اور فرعون کی مثال طاقت کے ناجائز استعمال یا استحصال کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۲۔ امتناعِ قارونیت (ظلم اور استحصال کی ممانعت)

سرکاری دولت، یا سرکاری دولت کا اثر یا انفرادی دولت، کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کے لیے استعمال نہ کی جائے گی، نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر کوئی پابندی حائل ہونے دی جائے گی، سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون یا معاہدۂ قانونی کی تعمیل میں اس کی ضرورت محسوس ہو۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کارروائی کی نوعیت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کی مرتکب ہو، بشرطیکہ استعمال یا ذخیرہ کا عدم جواز اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت متعلقہ عدالت میں ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں ظلم، اکتناز، احتکار اور سود کی ممانعت اور قارون کی مثال دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کردیتی ہے۔

۳۔ امتناع یزیدیت (تلبیسِ دین اور منافقت کی ممانعت)

اسلامی اصطلاحات کسی شخص یا گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تقویت یا فروغ کے لیے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالتِ متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کی تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلامی اصطلاحات کو ناجائز مقاصد کے لیے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت کی ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کردیتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر ان کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے۔

تحریکِ ختمِ نبوّت

اپنے مسودۂ آئین میں علامہ نیازی نے قومیت کی اساس عقیدۂ ختمِ نبوت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کے لیے ذیلی ایوان تجویز کیا تھا، گویا آپ کا مسودۂ آئین بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کی اساس بنی۔[1]

---

[1] ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کی اساس حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کا مسودۂ آئین بنا اور ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کی اساس حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی وہ تحریک بنی جس کے ذریعے آپ نے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرائی، وہ تحریک کا آغاز تھا اور یہ منتہیٰ۔

برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن نے کراچی کے مرکزی کنونشن کے لیے مندوبین منتخب کیے۔ ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مرکزی کنونشن منعقد ہوا، جس میں یہ مطالبات مرتب کیے گئے:

۱۔ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو برخاست کیا جائے۔

۲۔ قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دی جائے۔

۳۔ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریک ختم نبوت میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی، وہ یہ کہ آپ اسمبلی کے ممبر تھے۔ نیز تحریک پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے کراچی میں کنونشن کیا، تو اس کے تیرہ نمائندوں میں آپ کا نام بھی تھا، لیکن آپ کو اس میں شامل نہ کیا گیا، کیونکہ انہیں آپ کی تیزیٔ طبع کی وجہ سے خطرہ تھا کہ وقت سے پہلے تصادم نہ ہو جائے۔

جب تحریک تیز ہوئی اور مجلس عمل کے نمائندے خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کرنے گئے، تو مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

دولتانہ نے ایک سازش کے تحت کہا کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں اور تمہارا مطالبہ آئینی ہے، لہٰذا مرکز سے رجوع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قائدین جن میں علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر مجلس مولانا عبدالحامد بدایونی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری شامل تھے، گرفتار ہو گئے۔ حکومت نے رضاکاروں کو منزل مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا اور ہر طرف سے رکاوٹیں کھڑی کر دیں، تو علامہ نیازی نے فرمایا کہ لاہور سے ۵۰۰ میل دور کراچی میں جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے تحریک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ میاں دولتانہ غلط کہتا ہے کہ وہ اس تحریک سے متفق ہے۔ اگر ایسا ہے، تو وہ صوبائی اسمبلی میں جا کر قرارداد

پاس کرے۔"

لہٰذا کراچی والے کراچی میں، پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں۔ اس طرح یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کرے گی اور صوبے مجبور ہو کر مرکز پر دباؤ ڈالیں گے۔ آپ نے مرکزی قیادت سے رابطہ پیدا کر کے ایک جامع پروگرام کے تحت لاہور کو مرکز بنایا اور یہیں سے گرفتاریاں دینا شروع کیں۔

۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خان میں قائم کیا۔ آپ کی کوشش یہ تھی اور آپ نے لوگوں کو بھی یہی ہدایت دی کہ مثبت نعرے لگائیں اور تصادم سے گریز کریں، جبکہ حکومت تصادم چاہتی تھی۔ حکومت نے گڑبڑ پیدا کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ تحریک میں شریک ہونے والا ہر شخص ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی نیت سے آتا تھا۔

۴ مارچ کی صبح کو آپ نے سو سو کی تین جماعتیں، مسجد وزیر خان میں ترتیب دیں۔ ان میں سے ایک جتھے کو ضلع کچہری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس جانا تھا۔ آپ نے ان کو ہدایت کی تھی کہ پُرامن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔ اگر پولیس والے راستے میں حائل ہوں تو راستہ بدل لیں، مگر گورنر ہاؤس جانے والے جتھے کو پولیس نے چوک دال گراں میں روک لیا۔ رضاکاروں نے راستہ بدلنے کی بجائے زمین پر لیٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ پولیس نے بے تحاشا لاٹھیاں برسائیں۔ فردوس علی شاہ ڈی ایس پی نے ایک نوجوان کو ٹھوکر ماری، تو اس کے گلے میں لٹکی ہوئی حمائل شریف دُور جا گری۔ نوجوان تڑپ کر حمائل شریف اٹھانے کو اٹھا تو ظالم ڈی ایس پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔ اس جتھے سے کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور کچھ واپس لوٹ آئے، جبکہ دوسرے دونوں جلوس بخیریت منزلِ مقصود تک پہنچے۔

ان دنوں لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوا کرتے تھے۔ ایک جلسہ نمازِ عصر سے پہلے دہلی دروازہ سے باہر اور دوسرا بعد نمازِ عشاء مسجد وزیر خان میں۔ مولانا نیازی دونوں جلسوں سے خطاب

کرتے تھے۔ ڈی ایس پی فردوس علی شاہ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آیا، تو رضاکاروں نے اسے دروازے پر روک لیا اور ساتھ ہی ڈی ایس پی کو ایک رضاکار نے چھرا گھونپ کر قتل کر دیا۔

اس واقعے کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشہ تشدد کیا اور بے حد فائرنگ کی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آکر فائرنگ میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ دہلی دروازہ کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ ایک جلوس مال روڈ سے آرہا تھا۔ اس کے نعرے صرف لا الٰہ الا اللہ، نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت تھے۔ وہاں زبردست فائرنگ ہوئی، لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔[1]

مارشل لاء

۶ مارچ کو حکومت نے شرارت کے لیے ایک پوسٹر نکالا جس میں یہ اعلان کیا کہ آج مولانا عبدالستار خان نیازی نماز جمعہ شاہی مسجد میں پڑھائیں گے۔ ان کا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا، لیکن آپ نے ایک جیپ کے ذریعے شہر میں اعلان کر دیا اور پوسٹر کی تردید کی، اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔

اسی روز نماز جمعہ کے وقت خلیفہ شجاع الدین (سپیکر صوبائی اسمبلی) بیگم سلمیٰ تصدق حسین اور بعض دوسرے اکابر شہر کا ایک وفد گورنر پنجاب مسٹر چندریگر کا پیغام لایا کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلے میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے لیے کراچی بھیج دیا ہے۔

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ختم نبوت نمبر، ص ۹۰

نیز صوبائی حکومت قائدین تحریک سے بات چیت کرنے کے لیے تیار ہے۔ آپ نے وعدہ کیا کہ تحریک پُرامن رہے گی، لیکن آپ کو بھی ہماری تحریک ختم کرنے کی کوششیں بند کرنا ہوں گی۔ لہ

آپ نے ان تجاویز پر مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا، مگر ملحدوں اور بے دینوں کا مقصد علماء کو کچلنا تھا، اس لیے ادھر بات ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹتے ہی ایک سازش کے تحت مارشل لاء لگا دیا گیا۔

اسی روز آپ نے مسجد وزیر خان میں تاریخی تقریر فرمائی۔ ختم نبوت کا مذہبی اور سیاسی پس منظر بیان فرمایا اور مسجد وزیر خان کو نہ فتح ہونے والا قلعہ قرار دیا۔ ۹ تاریخ کو اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا۔ آپ اس کی تیاری میں مصروف ہو گئے، لیکن ۹ تاریخ کو آپ کے بہت سے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کے خلاف بھی مقدمہ قتل درج کر لیا گیا۔ پروگرام کے مطابق آپ نے کسی طرح اجلاس شروع ہونے پر اسمبلی میں ہونا تھا، لیکن اسمبلی سیشن پہلے ۱۶ مارچ اور پھر ۲۲ مارچ تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

آپ ایک بار پھر رہڑے میں بیٹھ کر مسلح نوجوانوں کی حفاظت میں لاہور سے باہر تشریف لے گئے اور موضع شاہ پور سے بس کے ذریعے اوکاڑہ اور پھر پاکپتن پہنچے۔ ملٹری آپ کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ آپ پاکپتن سے سیدھے قصور پہنچے۔

گرفتاری اور پھانسی

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبرانِ اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں، لیکن قصور میں آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، انھوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو

لہ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۲

بتادیا۔ آپ صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کر لیے گئے۔

قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا، جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۴ اپریل کو آپ جیل منتقل کر دیے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا، جو ۱۷ اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔

۷ مئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے، مگر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔

دوسرا کیس بغاوت کا تھا جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا،

You will be hanged by neck till you are dead

"تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی، جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے۔"

اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا:

Is that all ? I was prepared to take more than that. If I would have got one hundred thousan lives, I would have laid down those lives for the cause of Holy Prophet Mohammad may the peace Glory of God be upon him.

یہی کچھ سزا لائے ہو، اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں، تو میں ان سب کو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قربان کر دیتا۔

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:

افسر: Please Sing It.

"اس پر دستخط کیجیے۔"

علامہ نیازی: I will sign it when I Kiss the Rope

"میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا، اس وقت اس پر دستخط کردوں گا۔"

افسر: No. you will have sign it

"تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے۔"

علامہ نیازی:

I have already told you that I will sing It when I kiss the Rop. I am in your clutches and am behind the bars-take me to the gallows and hang me.

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا، اس وقت دستخط کردوں گا۔ میں جیل میں ہوں اور آپ کے پنجوں میں ہوں، مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو۔"

افسر: Mr. Niazi ! Our Officers will enquire from us whether you were serve with the notice of your death warrants.

"مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا ہے یا نہیں، تو میں کیا جواب دوں گا۔"

مولانا نیازی:

If you so fear from your Officers, well I sing it for you

"اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے، تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کیے دیتا ہوں۔"

چنانچہ آپ نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کردیے۔ افسر نے آپ کی ہمت

What about your morale کے بارے میں پوچھا

آپ نے فرمایا

My morale is up and that has gone up to the heavens but you cannot have the Estimate of that.

تم میری ہمت (morale) کے بارے میں پوچھتے ہو، تو وہ تو آسمانوں سے بھی بلند ہے، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جب پھانسی کا حکم سنایا گیا، تو معاً آپ کی زبان پر سورۂ ملک کی یہ آیت آگئی؛

"خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔"

آپ نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت وحیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لیے جان بھی جائے، تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔ اس آیت نے آپکا حوصلہ بڑھا دیا۔

ایک لمحہ کے لیے آپ پر خوفِ مرگ کا حملہ ہوا، لیکن فوراً زبان پر یہ شعر آگیا ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را!
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

آپ وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آگئے، تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے؛ چنانچہ اس نے کہا نیازی صاحب! "مبارک ہو، آپ بری ہو گئے!"

آپ نے فرمایا: "میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں" اس نے کہا کیا مطلب؟

آپ نے فرمایا: اب ان شاء اللہ! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور

عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔ وہ پھر بھی نہ سمجھا، تو آپ نے فرمایا، میں کامیاب ہوگیا فزت برب الکعبة مجھے شہادت کی موت نصیب ہوگی۔

آپ کی سزائے موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ادھر جیل میں قیدی تک آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا، تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ کتنے عاشقانِ رسول جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لیے جان دے دوں، تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔

حضرت مولانا نیازی سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھری میں رہے اور ۲ مئی کو آپ کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل کردی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ مسلمانانِ پاکستان نے تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے تحریک چلائی، تو آپ ایک بار پھر سربکف ہوکر میدانِ عمل میں اُترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی اور آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکروفریب کے جال کو تار تار کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کی۔ اس سلسلہ میں آپ کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی بیماری، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی پرواہ نہ کی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مجلسِ عمل کے زیرِ اہتمام تاریخی جلسے سے خطاب کیا اور بالآخر آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ [1]

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۸

جمعیت علماء پاکستان سے وابستگی

۱۹۷۰ء میں جب یحییٰ خان کی مارشل لاء نے انتخابات کرائے، تو جمعیت علماء پاکستان نے بے سروسامانی کے عالم میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہٗ کی زیر قیادت الیکشن میں حصہ لیا۔ مولانا نیازی بھی جمعیت کے ٹکٹ پر میانوالی سے قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے میدان میں آئے، لیکن سازشی عناصر کی سازشوں کی وجہ سے معمولی ووٹوں کی کمی سے کامیاب نہ ہوسکے۔

مارچ ۱۹۷۲ء میں آپ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے کنوینر منتخب ہوئے۔ کنوینر بننے کے بعد آپ نے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا اور ہر قصبہ و شہر میں جاکر جمعیت کی شاخیں قائم کیں۔ ستمبر ۱۹۷۲ء میں ملتان میں جمعیت کا صوبائی کنونشن منعقد ہوا جس میں آپ کو متفقہ طور پر صوبہ پنجاب کا صدر بنا دیا گیا۔

۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو خانیوال میں جمعیت کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوا جس میں صوبائی مجالس شوریٰ، صوبائی مجلس منتظمہ، مرکزی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عاملہ کے علاوہ خصوصی دعوت پر مندوبین بھی شامل ہوئے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز تھی۔ اس کنونشن میں مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر اور مولانا عبدالستار خان نیازی کو ناظم اعلیٰ (جنرل سیکرٹری) منتخب کیا۔

۲۴، ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء کو ملتان میں جمعیت کا ملک گیر کنونشن منعقد ہوا جس میں حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کو دوبارہ بلا مقابلہ صدر منتخب کیا گیا اور آپ کو جنرل سیکرٹری چنا گیا۔ حضرت مولانا نیازی، جمعیت کے سٹیج سے قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی رفاقت میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر باوجود پیرانہ سالی کے شب و روز مصروف عمل ہیں۔

حضرت قائدِ اہلِ سنت اور مجاہدِ ملت علامہ نیازی کی بے داغ اور بے لوث قیادت ملتِ اسلامیہ کے لیے بالعموم اور اہلِ سنت وجماعت کے لیے بالخصوص سرمایۂ افتخار وامتنان ہے۔

تبلیغی دورہ

۲۰ دسمبر کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر جمعیتِ علماء پاکستان کا ایک وفد حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں عالمی دورہ پر روانہ ہوا جس میں حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی اور قائدِ حزبِ اختلاف سابق سندھ اسمبلی پروفیسر شاہ فرید الحق شامل تھے۔ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس وفد نے کینیا، مشرقی افریقہ، ماریشس، آئرلینڈ، انگلستان، جنوبی امریکہ کی ریاستیں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، ہالینڈ، اور دیگر بہت سے ممالک کا دورہ کیا اور قادیانیوں کے بے شمار مراکز بند ہوگئے۔ اس دورے کا کل سفر تقریباً ایک لاکھ میل بنتا ہے اور اس دورے میں چھ سو سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا گیا۔ کئی ممالک کے ریڈیو اور ٹی وی سے بھی خطاب کا موقع فراہم ہوا۔ اس کے بعد عمرہ کرکے ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء کو یہ وفد واپس پاکستان پہنچ گیا۔ [1]

قید وبند اور مقدمات

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی ساری زندگی مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر جدوجہد میں گزری اور اس عظیم مشن کے حصول کی خاطر آپ نے ہر طرح کی تکالیف ومصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

ایوبی آمریت کے دور میں جب بڑے بڑے جغادری سیاست دان اور جمہوریت کے نام پر بلند بانگ دعوے کرنے والے قائدین خاموشی اختیار کرچکے تھے، تو مولانا نیازی نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔

---

[1] محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان، ص ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۳۹

۱۹۶۲ء کے مایوس کن حالات ہوں یا ۱۹۶۴ء کے انتخابات کے موقع پر ظلم و ستم کے بل بوتے پر جمہوریت کی مٹی پلید کی گئی ہو، آپ نے ہر حال میں حق و صداقت اور جمہوریت کی شمع روشن کی۔ اعلانِ تاشقند کے بعد مولانا نے ایوبی آمریت کے خلاف بڑے پیمانے پر تحریک چلائی اور آمریت کے بت کو پاش پاش کیا۔ آپ نے ہمیشہ جرأت و ہمت کا ثبوت دیا اور کبھی جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے گریز نہیں کیا ؎

چنانچہ اس جرأت اور پامردی کی پاداش میں آپ کی زندگی کا اکثر حصہ یا تو جیلوں میں گزرا یا عدالتوں کے چکر کاٹنے میں صرف ہوا۔ آپ کی گرفتاریوں اور مقدمات کی تفصیل یہ ہے :

۱۹۴۵ء میں جب مولانا نیازی مسلم لیگ ضلع میانوالی کے صدر، صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری، انجمن لعثمانیہ کے سیکرٹری، سیکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب اور شعبۂ علوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج لاہور کے صدر تھے۔ میانوالی میں مولانا کے سیاسی حریفوں نے آپ کی دن بدن مقبولیت سے خائف ہو کر ایک سازش کے تحت آپ کو گرفتار کرا دیا۔ وہ آپ کو سیاسی طور پر بلیک میل کرنا چاہتے تھے۔ اس گرفتاری کا پس منظر یہ تھا کہ آپ چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائیوں کے درمیان متنازعہ اراضی کے جھگڑے میں ثالث مقرر ہوئے۔ جب آپ ان دونوں گروہوں کے مصالحت کی بابت مشترکہ بیان لکھوانے عیسیٰ خیل تھانے میں آئے، تو وہاں کے نوابوں اور امراء کے پالتو تھانیدار نے فریقین کے ساتھ آپ کو بھی گرفتار کر لیا۔ اتفاقاً دوسرے دن مجسٹریٹ کے عیسیٰ خیل آنے پر آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔

۲۵ جنوری ۱۹۴۷ء کو خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی، تو آپ نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دے کر پورے صوبے میں پھیلا دیا اور تحریک میں پانچ پانچ آدمیوں کے ذریعے دفعہ ۱۴۴ کو توڑا جاتا تھا، لیکن آپ نے جلوسوں کا پروگرام بنایا، چنانچہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۷ء کو آپ بحیثیت صوبائی صدر پنجاب مسلم لیگ وڈکٹیٹر سول نافرمانی

؎ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۹

گرفتار کرلیا گیا، جبکہ نواب ممدوٹ شیخ صادق حسین اور میاں عبدالباری اس سے پہلے گرفتار ہو چکے تھے۔ فروری کے آخر میں تمام مطالبات منظور کیے گئے اور آپ کو رہا کر دیا گیا۔

۱۹۵۲ء میں چک نمبر ۲۲۲ تھانہ موچی والا ضلع جھنگ میں پولیس نے بے گناہ مسلمانوں پر تشدد کیا اور عورتوں کی بے حرمتی کی، تو مولانا نیازی نے اس پر احتجاج کیا۔ نیلا گنبد کی جامع مسجد میں منعقدہ احتجاجی جلسہ میں آپ کی تقریر پر دولتانہ وزارت نے توہین عدالت کا کیس بنایا، لیکن جسٹس شبیر احمد نے یہ ریمارکس دے کر کیس خارج کر دیا کہ وزیراعلیٰ ممتاز محمد دولتانہ اور آئی جی پولیس قربان علی خان پر تنقید، توہین عدالت نہیں۔ اگر ان کی توہین ہوئی ہے، تو وہ علیحدہ ہتک عزت کا دعویٰ کر سکتے ہیں، توہین عدالت کی آڑ نہیں لے سکتے۔

۲۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو تحریک ختم نبوت کے موقع پر بغاوت کے الزام میں آپ کو گرفتار کیا گیا۔ مقدمہ چلا سزائے موت ہوئی اور پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جائے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے فیصلہ عمر قید میں بدلا اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ باعزت طور پر بری کر دیے گئے۔

۸ جولائی ۱۹۵۵ء کو مسلح بغاوت، نظم ونسق میں خلل ڈالنے اور داخلی طور پر اضطراب پیدا کرنے کے الزام میں بنگال ریگولیشن کے تحت آپ کو پیپلز ہاؤس لاہور سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال میں شاہی قیدی کی حیثیت سے رکھا گیا اور اے کلاس دی گئی۔ جسٹس ذکی الدین پال اور میاں محمود علی قصوری نے آپ کے مقدمہ کی پیروی کی اور ۲۶ جولائی ۱۹۵۵ء کو جسٹس ایم آر کیانی نے آپ کی گرفتاری کو خلاف قانون قرار دیا اور آپ رہا کر دیے گئے۔

اسی دوران ساہیوال سنٹرل جیل میں آپ کو ائیر کنڈیشن کی پیشکش کی گئی، لیکن آپ نے فرمایا اگر سکندر مرزا اپنی جیب خاص سے کرتا ہے، تو ٹھیک ہے، ورنہ میں قومی خزانے پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔

۱۹۵۶ء میں شیعہ سنی کھچاؤ پیدا ہوا۔ اس وقت ڈاکٹر خان وزیر اعلیٰ تھے۔ آپ کی تقریر پر پابندی لگائی گئی اور ملتان میں کیس بنایا گیا، لیکن آپ نے ضمانت کروالی اور بعد میں کیس واپس ہو گیا۔

۱۹۵۹ء میں جب مارشل لار کا دور تھا، آپ نے لاہور میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیس جلسوں سے خطاب کیا اور جلوسوں کی قیادت کی، بلکہ چھاؤنی لاہور میں میلاد شریف کے جلوس میں فوج بھی شریک ہوئی۔

اس موقع پر سی آئی ڈی کی غلط رپورٹ پر آپ کے خلاف مقدمۂ بغاوت قائم کیا گیا۔ آپ کو گرفتار کر کے بوسٹل جیل میں رکھا گیا، جہاں پہلے سی کلاس اور پھر اے کلاس دی گئی۔ اسی دوران آپ علیل ہو گئے اور میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر میں منتقل کر دیے گئے۔ میو ہسپتال اور جی پی او کے درمیان عدالت لگائی گئی۔ آپ نے سو صفحات پر مشتمل بیان انکوائری کمیشن کو لکھوایا اور ۱۴ جنوری ۱۹۶۰ء کو ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا۔

۱۹۶۳ء میں نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ (قومی جمہوری محاذ) کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کی خاطر چند سیاسی راہنما کراچی میں جمع ہوئے۔ حکومت نے ان پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر کے گرفتار کر لیا۔ ان راہنماؤں میں مولانا نیازی کے علاوہ میاں محمود علی قصوری، میاں طفیل محمد، نوابزادہ نصراللہ خان، خواجہ محمد رفیق شہید، عطاء اللہ مینگل وغیرہم شامل تھے۔ آپ کو ملتان ڈسٹرکٹ جیل، سنٹرل جیل ملتان اور بوسٹل جیل میں رکھا گیا اور پھر ضمانت پر رہائی ہوئی۔ تین سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ سپیشل مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور ہائی کورٹ تک مقدمہ پہنچا۔

۱۶ نومبر ۱۹۶۳ء کو یونیورسٹی آرڈی ننس کے تحت آپ کو ساہیوال سٹیشن سے گرفتار کیا گیا اور مسلسل پچپن (۵۵) گھنٹے آپ کو جگایا گیا اور تشدد کیا گیا۔ تین چار دن بعد رہائی عمل میں آئی اور ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد مقدمہ واپس لے لیا گیا۔

۱۹۶۸ء میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی گرمیاں گزارنے ایبٹ آباد گئے جہاں آپ نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حق گوئی کا مظاہرہ کیا، جس پر ڈپٹی کمشنر ضلع ہزارہ (اب ڈویژن) کے حکم سے ۹ جولائی ۱۹۶۸ء کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل ایبٹ آباد میں نظر بند کر دیا گیا پھر ایک مہینہ پشاور میں نظر بند رہے۔ جناب ذکی الدین پال، میاں محمود علی قصوری اور ارباب سکندر خان خلیل نے آپ کی وکالت کے فرائض سرانجام دیے۔

بنگلہ دیش نامنظور تحریک کی پہلی گرفتاری کا شرف مولانا نیازی کو حاصل ہوا۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ۵ نومبر ۱۹۷۲ء کو سحری کے وقت آپ کو گرفتار کیا گیا۔ ملتان سول لائن، تھانہ خانیوال اور وہاڑی میں رکھا گیا۔ عیدالفطر کی نماز آپ نے وہاڑی جیل میں پڑھائی اور آپ پر تقریباً ساٹھ کیس بنائے گئے، لیکن جسٹس مولوی مشتاق حسین نے تمام مقدمات کی ضمانت منظور کر لی، بلکہ یہ لکھا کہ مولانا کی گرفتاری سے پہلے عدالت کو بتایا جائے۔ [1]

آپ کی اس گرفتاری پر روزنامہ "جسارت" کراچی ۱۲ / نومبر ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:

• "مولانا عبدالستار خان نیازی بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے مخالف تھے۔ جمعیت کے پارلیمانی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے جیسے ہی یہ اعلان کیا کہ جمعیت بنگلہ دیش کی منظوری کے خلاف مہم چلائے گی ـــــــ حکومت نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو گرفتار کر لیا تاکہ مہم نہ چل سکے۔

"ہم مولانا عبدالستار خان نیازی کی رہائی کا مطالبہ نہیں کرتے، بلکہ ہم مولانا نیازی اور جمعیت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ بنگلہ دیش نامنظور تحریک کی پہلی گرفتاری کا شرف انہیں حاصل ہوا۔

---

[1] حضرت مجاہد ملت مدظلہٗ سے راقم کی ملاقات، مورخہ ۱۳ / مارچ ۱۹۷۸ء

اہلِ وطن یاد رکھیے، مولانا عبدالستار خان پاکستان کے دیوانے اور جاں نثار ہیں۔" ؎۱

"مولانا عبدالستار خان نیازی نے اس صدی کی چوتھی دہائی میں سیاست میں قدم رکھا۔ الحمدللہ! کہ رُبع صدی گزرنے کے بعد بھی ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ اگر وہ دنیادار انسان ہوتے، اگر ان کا ایمان بکاؤ مال ہوتا، تو وہ جب چاہتے، وزارت کی گدی پر متمکن ہو سکتے تھے۔ انہوں نے انتہائی سنگلاخ راستہ اختیار کیا۔ وہ ایک ایسے مردِ مجاہد ہیں جن کی راتوں کا بیشتر حصہ نوافل گزاری میں گزرتا ہے۔ گزشتہ ہفتے کی رات کو جب پولیس ایک بجے ان کے مکان پر اُنہیں گرفتار کرنے آئی، تو وہ نوافل ادا کرنے میں مصروف تھے۔ میں حکومت سے کہتا ہوں کہ ایک عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پابجولاں کر کے اس کی نیک نامی میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اب جبکہ حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا ہے، تو میں حکومت سے ان کی رہائی کی اپیل نہیں کروں گا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ بات واقعی مولانا کو ناگوار گزرتی ہے۔" ؎۲

۱۹۷۴ء میں آپ پر کیس بنائے گئے، لیکن گرفتاری کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ ضمانت قبل از گرفتاری منظور ہو گئی۔

۱۳ جون ۱۹۷۵ء میں آپ پر دو کیس بنائے گئے اور دو ماہ ساہیوال جیل اور کوٹ لکھپت جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ ۸ اگست ۱۹۷۵ء کو رہائی ہوئی۔

۲۷ نومبر ۱۹۷۵ء کو میانوالی میں آپ کی تقاریر پر دس مقدمات قائم کیے گئے اور تین ماہ میانوالی جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ قائدِ اہلِ سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی، چنانچہ جسٹس شفیع الرحمٰن کی عدالت میں مقدمہ چلتا رہا اور آپ کی تقاریر کی ٹیپ عدالت میں سنی جاتی رہیں جس سے سی آئی ڈی کی غلط رپورٹ بھی واضح ہوئی۔ ۸ فروری ۱۹۷۶ء کو آپ باعزت طور پر بری کر دیے گئے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں آپ کی رہائی پر یہ شعر شائع ہوئے

؎۱ محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان، ص ۱۲۴

؎۲ " " " " ص ۱۲۵، ۱۲۶

تعلق دار سے دیرینہ ہے آوازہ حق ہے — یہی بنیاد ہنگامہ یہی باعث ہے دنق کا
زمانہ لے چلا اتحاد ار کی جانب نیازی کو — عدالت نے بھرم رکھ ہی لیا انصاف مطلق کا

علاوہ ازیں ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، بورے والا اور وہاڑی میں آپ کی تقاریر پر کئی مقدمات قائم کیے گئے، لیکن ضمانت ہوگئی اور گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

قائدِ اعظم اور علامہ نیازی

قائدِ اعظم محمد علی جناح مرحوم، نوجوان نیازی کو کس قدر عزیز رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہوجاتا ہے کہ ۱۹۴۲ء میں مسٹر خالد لطیف گابا کے دیوالیہ ہوجانے سے لاہور کے شہری حلقے میں انتخاب ہونا قرار پایا۔ قائد اعظم نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو جو اس وقت ایم اے کے طالب علم تھے، امیدوار نامزد کیا اور ملک برکت علی مرحوم کو ٹیلی فون پر ہدایت کی کہ نیازی کے لیے ضمانت فراہم کی جائے اور کاغذات نامزدگی داخل کیے جائیں۔ صوبائی مسلم لیگ نے میاں امیر الدین کو ٹکٹ دیا، لیکن قائدِ اعظم نے نیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت کے سلسلے میں سر سکندر حیات سے اختلاف کی بنیاد پر نیازی صاحب کو مقابلے میں آجانے کا حکم دیا۔

علامہ نیازی کو بیس ہزار روپے کی پیشکش کی گئی کہ وہ مقابلے سے دستبردار ہوجائیں، لیکن ان کا جواب تھا کہ بکنے اور جھکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قائدِ اعظم کے حکم سے میدان میں اترا ہوں، وہ حکم دیں گے، تو دستبردار ہوجاؤں گا، ورنہ ہرگز ہرگز نہیں لڑے

جرأت مند نیازی

مجاہدِ ملت علامہ نیازی کی پوری زندگی ہمیشہ جرأت مندی، بے باکی اور

حق گوئی سے عبارت ہے۔ آپ نے ہمیشہ کلمۂ حق بلند کیا اور اس راہ میں تکالیف و مصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ۱۹۵۲ء کے اوائل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے زائرین کی ایک جماعت بھارت گئی، مولانا نیازی بھی اس میں شامل تھے۔ ہر سال اس موقع پر بھارتی حکام پاکستانی زائرین کے لیے دعوتوں اور تقریبات کا اہتمام کرتے تھے۔ علامہ نیازی نے زائرین کو بتایا کہ وہ ہندوؤں کی دعوت میں شریک نہیں ہوں گے۔

ایک روز ایک ایسی ہی تقریب میں ایک ہندو لیڈر نے تقریر جھاڑی کہ تقسیم کے موقع پر ہونے والے فسادات میں دونوں طرف سے زیادتیاں ہوئیں۔ نیازی صاحب اس وقت مسجد میں تلاوتِ قرآن پاک میں مصروف تھے۔ انہیں اطلاع ملی تو سیدھے جلسہ گاہ میں پہنچے۔ فضا میں خیر سگالی کے قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ آپ کے جاتے ہی سناٹا چھا گیا۔ آپ نے تلاوتِ قرآن پاک کے بعد ایک شعر پڑھا ؎

کوئی نہیں ہے غزنوی کارگہِ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات

اور پھر ہندوؤں کو کھری کھری سنائیں۔ آپ نے گرجدار آواز میں کہا:

"ہندوستان پر محمود غزنوی نے متعدد حملے اس لیے کیے کہ ہر بار حملے کے بعد ہندو ریاستیں اس کی اطاعت قبول کر لیتیں، مگر اس کے جانے کے فوراً بعد سر اٹھا لیتیں اور معاہدات سے منکر ہو جاتیں، اس لیے معاہدات کی تکمیل کے لیے محمود غزنوی رحمۃ اللہ کو ہندوستان پر بار بار ضرب لگانے کی ضرورت پیش آتی رہی۔ ہندو قوم کی ذہنیت یہ ہے کہ ہمیشہ طاقتور کو اپنا دیوتا بناتی ہے اور کمزوروں کا ناک میں دم کر دیتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ مسلمانوں نے ہندو عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر ظلم کیا؛ البتہ ہندوؤں کے ہاتھوں یہ ساری سیاہ کاریاں سرزد ہوئیں۔ ہم اس کا قصاص

ضرور لیں گے۔ پاکستان میں بزدل لیڈر شپ نے قوم کو جہاد کے لیے تیار نہیں کیا، ورنہ اس وقت تک مسلمان حساب بے باک کر چکے ہوتے۔"

بھارتی حکومت نے اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا اور فوری طور پر بھارت میں نیازی صاحب کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

مارچ ۱۹۵۹ء میں کراچی میں "آل ورلڈ سیرت کانفرنس" منعقد ہوئی تو ایوب خان (مرحوم) نے اس کی صدارت کی۔ نیازی صاحب نے وہاں "مقام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عقل کی روشنی میں" کے زیر عنوان ایک پُرمغز مقالہ پڑھا اور ساتھ ہی تقریر بھی کی۔ آپ نے برملا کہا: ایوب خان کی حکومت کو چیلنج کیا جائے، تو ریگولیشن موجود ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو چیلنج کرنے والوں کے لیے کوئی قدغن نہیں۔" اس پر کانفرنس ہال نعروں سے لرز اٹھا۔ ایوب خان گھبرا کر عقبی دروازہ سے تشریف لے گئے اور حکام کو ہدایت کی، کہ یہ شخص نہایت بیباک ہے، اس پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ [1]

۱۹۵۸ء کے انتخابات قریب آئے، تو لاہور میں حکیم بابری صاحب کو کہلوایا گیا کہ نیازی صاحب پانچ لاکھ روپیہ لے لیں اور میانوالی کے بجائے لاہور سے انتخاب لڑیں کہ وہاں سے سکندر مرزا امیدوار ہوں گے، مگر حکیم صاحب نے صاف انکار کر دیا کہ اپنے دوست کے بے داغ ضمیر کا سودا نہیں کر سکتا، ادھر میانوالی سے ملک امیر محمد خان نے بھی علامہ نیازی سے یہی بات کی اور پندرہ لاکھ روپے کی پیشکش کی۔ ملک صاحب نے بھی علامہ نیازی کو یہی کہا کہ میانوالی سے اسکندر مرزا کو انتخاب لڑانا ہے، کیونکہ انہیں صدر بننا ہے۔ نیازی صاحب نے جواب دیا کہ وہ ہر حالت میں انتخاب لڑیں گے اور میانوالی سے ہی لڑیں گے۔ اس پر نواب کالا باغ نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا: اچھا پھر لڑ لو، پاکستان میں انتخابات نہیں ہوں گے اور مارشل لا

---

[1] ترجمانِ اہل سنت کراچی اپریل ۷۱ء

لگے گا۔ اس وقت مارشل لار کا کسی کو خیال تک نہ تھا۔

۱۹۵۸ء کے مارشل لار کے کچھ دن بعد ایوب خان کے دست راست جنرل واجد علی برکی نے نیازی صاحب کو بلوایا اور پوچھا: "ہماری حکومت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" مولانا نیازی جھٹ بولے: "یہی سوال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منصور نے کیا تھا، تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ تمہیں لوگوں کی تائید حاصل نہیں، تم غاصب ہو، حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔"

"آپ کو میرا یہی جواب ہے، آپ غاصب ہیں۔ آپ نے بلا وجہ مارشل لا لگایا ہے۔" برکی صاحب کھسیانے ہو گئے اور اپنے سیکرٹری ابن حسن سے کہا یہ پٹھان مارشل لار سے نہیں ڈرتا اور حکومت پر ہمارے سامنے تنقید کرتا ہے۔" لیکن اس پر بھی علامہ نیازی ٹس سے مس نہ ہوتے[1]

سابق گورنر جنرل موسیٰ نے نواب کالا باغ کے ہاتھوں ہونے والے تمام نقصانات کی تلافی کی پیش کش کی۔ نیازی صاحب نے گرجدار آواز میں کہا: سب سے بڑا ظالم تو حکومت میں موجود ہے (یعنی ایوب خان) جس نے ایک غنڈے کو گورنر بنا رکھا تھا۔ موسیٰ اپنا منہ لے کر رہ گئے اور علامہ نیازی آمریت پر ضربیں لگاتے رہے۔

یحییٰ خان نے کئی بار علامہ نیازی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، لیکن آپ نے واشگاف الفاظ میں غاصب اور آمر سے ملنے سے انکار کر دیا اور ایک بار بھی ملاقات نہ کی۔ پیپلز پارٹی کے میر رسول بخش تالپور اور میر علی احمد تالپور نے علامہ نیازی کو رام کرنے کی کوشش کی، مگر ارادے کے پکے "عبدالستار خان نیازی" نے اپنے نظریے اور خیالات کا دامن نہ چھوڑا[2]

قوموں کی تقدیر میں وہ مردِ درویش
ڈھونڈی نہ کبھی جس نے سلطان کی درگاہ

---

[1] ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت کراچی اپریل ۱۹۷۶ء
[2] 〃 〃 〃 〃

قاتلانہ حملے

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی مقبولیت سے کالا باغ کے نواب ہمیشہ خائف رہے ہے۔ آپ نے ہمیشہ ان کا مقابلہ کیا اور ملک امیر محمد خان کے لڑکے ملک مظفر کے مقابلے میں قومی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے آپ پر قاتلانہ حملے کرائے۔ آپ کے کارکنوں کو تنگ کیا گیا۔ ان پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا گیا، لیکن اس کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

پہلا حملہ اپریل ۱۹۶۸ء میں بمقام داؤد خیل اس وقت ہوا، جب آپ بطورِ امیدوار نیشنل اسمبلی بی ڈی ممبران کو خطاب کرنے کے لیے جلسۂ عام میں جا رہے تھے، نواب کالا باغ کے ملازم خاص بمعہ دوسرے مسلح غنڈوں کے حملہ آور ہوئے، مگر مولانا صاحب کے جلوس میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے سینکڑوں کارکن موجود تھے۔ نیز مکان کے چھت پر ان کے حامی مسلح مجاہدین موجود تھے، اس لیے یہ حملہ ناکام رہا۔

دوسرا حملہ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۶۴ء کو میکلوڈ روڈ لاہور پر دفتر روزنامہ "کوہستان" کیا گیا۔ مقابلہ میں مولانا زخمی ہو گئے۔ سڑک پر لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے حملہ آور بھاگ گئے۔ مولانا نے حملہ آوروں کو پہچان لیا اور رپورٹ درج کرائی، مگر پولیس نے کچھ نہ کیا۔

تیسرا حملہ اکتوبر ۱۹۶۴ء میں بمقام موسیٰ خیل اس وقت کیا گیا جب مولانا نیازی جامع مسجد میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ نواب کالا باغ کے غنڈوں نے مسجد پر فائرنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ جب اس کے جواب میں سرفروشانِ نیازی نے فائرنگ کی، تو غنڈے رفو چکر ہو گئے۔

اور چوتھا حملہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء کو اس وقت ہوا، جب مولانا نیازی ایک عزیز

کی تعزیت کے لیے کالاباغ سے گزر کر عیسیٰ خیل جا رہے تھے، اڈہ لاریاں پر غنڈوں سے مقابلہ ہو گیا۔ مولانا نے کالاباغ کے غنڈوں کو پسپا کر دیا ــــ مگر چلتی گاڑی میں ان ظالموں نے فائرنگ کی اور بھاری پتھر مولانا کے سینے پر مارے جس سے وہ زخمی ہو گئے اس حملہ کی رپورٹ عیسیٰ خیل تھانہ میں درج کرائی، مگر کوئی کارروائی نہ ہوئی۔

مولانا نے ان حملوں کے دوران موچی دروازہ کے جلسہ عام میں (حاضری چار لاکھ سے زیادہ تھی) مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی تقریر کے بعد خطاب کرتے ہوئے نواب کالاباغ کو للکارا تھا کہ "لمبی لمبی مونچھوں اور موٹے موٹے بازوؤں سے کام نہیں چلے گا۔ تیری مونچھوں سے بغاوت ہو سکتی ہے، مگر کالی کملی والے محبوب رب العالمین کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔ زمانہ نئی تاریخ مرتب کر رہا ہے، اس میں تمہارا نام یزیدوں، ابن زیادوں اور شمروں کی فہرست میں شامل ہو گا اور میرا نام شہیدِ کربلا کے غلاموں میں شامل ہو گا۔ میں حسین منصور حلاج کا ہمنوا ہو کر کہوں گا ؎

مَن حسینِ وقت و نا اہلاں یزید و شمر مَن
روزگارم جملہ عاشورہ و منزل کربلا
کوہِ ارادتم متزلزل نمی شود
لَوْ بُسَّتِ الْجِبَالُ وَلَوْ دُکَّتِ السَّمَآءُ

بھٹو حکومت کے دور میں ۱۳ اپریل ۱۹۷۶ء کو آپ کراچی تشریف لے گئے، وہاں طلبہ جمعیت علماء پاکستان کے کارکنوں، مختلف جلسوں اور پریس کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ ۱۷ اپریل کو آپ نے لاہور پہنچنا تھا، جہاں اگلے روز جمعیت کی مجلسِ شوریٰ اور مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا۔

۱۷ اپریل چار بجے سہ پہر آپ بذریعہ جہاز لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے سے رکشہ پکڑا اور شہر کی جانب چل دیے۔ جب رکشہ شاہراہِ قائدِ اعظم کے جمخانہ کلب کے گیٹ کے نزدیک پہنچا، تو پیچھے

سے سفید رنگ کی ایک کار نے رکشہ کو سائڈ ماری، رکشہ رک گیا۔ کار سے بشرٹ اور پتلون میں ملبوس ننگے سر والے چوبیس پچیس برس کے تین نوجوان اترے، ایک کے ہاتھ میں سٹین گن، ایک کے ہاتھ میں ریوالور اور ایک کے ہاتھ میں ہاکی تھی۔ انہوں نے آتے ہی مولانا سے کہا:
"بڑے لیڈر بنے پھرتے ہو، بچ کر نہیں جاسکتے۔" اور اس کے ساتھ ہی سٹین گن سیدھی کی اور چلا دی، لیکن خدا کے فضل سے فائر مس ہوگیا۔ ریوالور اور ہاکی والے ایکشن کے لیے تیار تھے۔ سوئے اتفاق سے اس مصروف ترین سڑک پر ٹریفک بہت کم تھی۔ مولانا نے فیصلہ کیا کہ وہ رکشہ سے باہر نکل جائیں۔ مولانا باہر نکلے، تو ہاکی والے نے آگے بڑھ کر ہاکی ماری، ان کا داہنا ہاتھ پھٹ گیا اور خون بہنے لگا، پھر انہوں نے ہاکیوں کی شدید بارش کر دی۔ دونوں بازوؤں اور گھٹنوں پر انہیں شدید ضربیں آئیں۔ ریوالور والے نے فائر کرنا چاہا، لیکن ہاکی اس کے ہاتھ پر پڑی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا اور وہ اپنے ہی ساتھی سے اس ناگہانی حملے سے سہم گیا۔ آپ فوراً فائرنگ کی زد سے نکل کر سامنے والی دوسری سڑک پر آگئے۔ ادھر سے آنے والی ایک پک اپ میں آپ بیٹھ کر قربان لائنز پہنچے۔ پہلے نوائے وقت اور پھر اپنے گھر اور دفتر فون کیا اور بعد ازاں آپ نے ڈی آئی جی کو فون کیا۔ اتنے میں آئی جی پولیس نے خود فون کیا اور ایک ڈی ایس پی کو آپ کے پاس روانہ کیا [1]

قومی اتحاد اور علامہ نیازی

۱۹۷۷ء کے انتخابات کا اعلان ہوتے ہی حزب اختلاف کی نو جماعتوں پر مشتمل "قومی اتحاد" وجود میں آیا جس نے ملک میں ایک تاریخ ساز تحریک کے ذریعے ملک کو ظلم و استبداد کے مکروہ پنجوں سے آزاد کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ "قومی اتحاد" کا قیام تمام سیاسی راہنماؤں کے تدبر اور باہمی تعاون کا نتیجہ تھا، لیکن اتحاد کی تشکیل میں جمعیت علماء پاکستان نے مرکزی کردار

---

[1] ہفت روزہ طاہر جلد ۵، شمارہ ۳۹ (۲۶ اپریل تا ۲ مئی ۱۹۷۷ء) ص ۱۶

ادا کیا۔ عہدوں اور سیٹوں کی قربانی دے کر اتحاد کو برقرار رکھا اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر تمام اختلافات کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس ضمن میں مولانا نیازی سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان نے جو خصوصی اور نمایاں کردار ادا کیا، اسے نوائے وقت کے نمائندہ خصوصی جناب ریاض پرویز ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"گزشتہ سال ۹ اکتوبر (۱۹۷۶ء) کو مسٹر رفیق احمد باجوہ کے مکان پر اجتماع ہوا، اس میں سابق متحدہ جمہوری محاذ (یو۔ڈی۔ایف) میں شامل مسلم لیگ، جماعتِ اسلامی، پاکستان جمہوری پارٹی، کالعدم نیپ (موجودہ این ڈی پی) اور جمعیت علماء اسلام کی طرف سے تحریکِ استقلال اور جمعیت علماء پاکستان کو اشتراکِ عمل کی دعوت دی گئی اور اصولی طور پر متحد ہونے پر اتفاق رائے کر لیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ سے مطالبہ کیا گیا کہ تحریک اور جمعیت علماء پاکستان کو پنجاب میں چالیس فیصد نشستیں دی جائیں۔ نوابزادہ نصر اللہ خان نے کہا کہ وہ اتحاد چاہتے ہیں۔ اپنے انتخابی کوٹہ کو سنجیدہ مسئلہ بنانے کو تیار نہیں۔ مولانا مفتی محمود نے کہا وہ تیس فیصد سے زیادہ نشستیں دینے کو تیار نہیں۔ بات سرے نہ چڑھ سکی، اجلاس ملتوی ہو گیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی کو معلوم ہوا، تو وہ اتحاد قائم کرنے کی مہم میں سرگرم ہو گئے۔ ان کی کوششوں سے مولانا مفتی محمود اور پیر صاحب پگارا اس بات پر راضی ہو گئے کہ تحریکِ استقلال اور جمعیت علماء پاکستان کو چھتیس فیصد کوٹہ ملے گا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے جب ایئر مارشل اصغر خان سے بات کی، تو انہوں نے چالیس فیصد سے کم پر راضی ہونے سے انکار کر دیا، اس پر مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ چالیس فیصد کوٹہ سے پنجاب میں ۴۶ نشستیں بنتی ہیں۔ ان میں سے ۲۳ تحریکِ استقلال اور ۲۳ جمعیت علماء پاکستان کی ہیں، جبکہ ۳۶ فیصد کے حساب سے ۴۲ نشستیں بنتی ہیں۔ مولانا نیازی نے پیشکش کی کہ تحریکِ استقلال ۲۳ نشستیں حاصل کرے جمعیت اپنی چار نشستیں اتحاد پر قربان کرتے ہوئے ۱۹ نشستوں پر قناعت کرے گی۔" [1]

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ / ۴ نومبر ۱۹۷۷ء (ملتان کی ڈائری ملخصاً)

چنانچہ علامہ عبدالستار خان نیازی کی کوششوں سے قومی اتحاد قائم ہوگیا اور جمعیت علمائے پاکستان نے اپنی سات نشستوں کی قربانی دے کر ثابت کر دیا کہ جمعیت کو عہدوں یا نشستوں کی لالچ نہیں، بلکہ اس کا واحد مقصد ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے۔

قومی اتحاد کے عہدیداروں کے انتخاب کے موقعہ پر پھر وہی اختلافی کیفیت پیدا ہوئی، لیکن مولانا عبدالستار خان نیازی کا خلوص یہاں بھی کام آیا اور اختلافات دُور کر لیے گئے۔

بریامن پرویز لکھتے ہیں: پیر صاحب پگارا کی صدارت میں اجلاس ہوا جس میں قومی اتحاد کے عہدیداروں کا انتخاب ہونا تھا۔ نوابزادہ نصراللہ خان نے صدارت کے لیے مفتی محمود کا نام پیش کیا جمعیت علماء پاکستان نے مولانا مفتی محمود کی مخالفت کی۔ پیر صاحب کو کچھ دیر کے لیے اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے لیے باہر جانا پڑا، وہ واپس آئے، تو انہوں نے اعلان کیا کہ ان کی جماعت مفتی صاحب کو صدر تسلیم نہیں کرتی۔ معاملہ یہیں ختم ہوتا نظر آیا تو جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالستار خان نیازی ایک بار پھر آگے بڑھے۔ انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے نہ صرف مولانا مفتی محمود کی مخالفت ترک کرنے کا اعلان کیا، بلکہ ان کی صدارت کی حمایت کی۔[1]

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں:

"پاکستان کی سیاسی جماعتیں اپنے اختلافات کو بھلا کر متحد ہونے کے لیے مشورہ کرنے لگیں تاکہ اجتماعی قوت سے اس عفریت کو پچھاڑ سکیں۔ مقصد بڑا بلند تھا، جذبات بڑے قیمتی تھے، لیکن پہلی چٹان جس سے ٹکرا کر سفینۂ اتحاد کے پاش پاش ہونے کا خطرہ پیدا ہوا، وہ سیٹوں کی تقسیم تھی، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اس کو بچانے کے لیے ایک سیٹ کی قربانی بھی دینے پر آمادہ ہو۔ ہر پارٹی نے تعصب اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کی قسم کھالی۔ اب صرف اتنی دیر تھی کہ یہ اجلاس ختم ہو

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ/ ۲۴ نومبر ۱۹۷۷ء (ملتان کی ڈائری ملخصاً)

اور اس میں شامل ہونے والے راہنما ملکی اور عالمی پریس کو یہ بتادیں کہ اتحاد کی تجویز ناکام ہوگئی ہے۔ اب وہ پھر ۱۹۷۰ء کے الیکشن کی طرح اکیلے اکیلے میدانِ انتخاب میں کود دیں گے تاکہ پیپلز پارٹی بڑی آسانی سے انہیں ایک اور عبرتناک شکست دے دے۔ اس وقت وہ شخص اٹھا جس کے دل میں اسلام کا درد تھا جو ملتِ مسلمہ کو اشتراکیت کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا جو اپنا تن من دھن پہلے ہی نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے قربان کرچکا تھا۔ اس نے اپنی جماعت کے کوٹے سے چار سیٹوں کا ایثار کرکے قومی اتحاد کو اپنی زندگی کے پہلے دن ہی زندہ درگور ہونے سے بچالیا۔

آپ جانتے ہیں وہ کون شخص تھا جس کے حُسنِ تدبر اور جرأت مندانہ ایثار نے قوم کو ایک اندھے غار میں گرنے نہ دیا۔ آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہیں، تو میں عرض کیے دیتا ہوں، وہ مردِ غازی مولانا عبدالستار خان نیازی تھے اور آپ کو شاید یاد ہو کہ وہ کس جماعت کا نمائندہ تھا؟ جمعیت علماء پاکستان[1] کا وہ جماعت جو ملک کے سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت ہے۔ وہ جماعت جس نے پاکستان کا جھنڈا اس وقت ہاتھ میں پکڑا اور فضا میں لہرایا جبکہ بڑے بڑے تقدس مآب پاکستان کو پلیدستان کہتے تھے۔ اس وقت تحریکِ پاکستان کے لیے ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں، جبکہ نیشنلسٹ علماء، قائدِ اعظم کو بے دھڑک کافرِ اعظم کہتے تھے اور بڑے جوش سے سینوں پر ہاتھ مار کر اعلان کرتے تھے کہ "پاکستان تو کجا ہم پاکستان کی "پ" بھی نہیں بننے دیں گے۔" بیشک یہ قربانی چار سیٹوں کا یہ ایثار جمعیت ہی کا حق تھا۔"

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں :

"رات گزری، دوسرا دن طلوع ہوا اس روز اتحاد کے عہدیداروں کا چناؤ ہونا

---

[1] تحریکِ پاکستان کے وقت جمعیت علمائے پاکستان، آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے موسوم تھی اور پاکستان بننے کے بعد تشکیلِ نو پر نام تبدیل کیا گیا۔ (مرتب)

تھا۔ ہر جماعت کی یہ خواہش تھی کہ اتحاد کی صدارت اسے ملے۔ یہ بھنور پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ اتحاد کی کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ دیکھنے والے کہہ اٹھے کہ اس کشتی کا اس بھنور سے سلامت نکلنا معجزہ سے کم نہیں۔ بے شک ایسا ہی تھا جو جماعتیں عہدوں کی حریص تھیں وہ کبھی بھی اپنی ہٹ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھیں۔ اتحاد ٹوٹتا ہے تو ان کی بلا سے، قوم کا مستقبل تاریک ہوتا ہے، تو انہیں کیا پروا، انہیں تو ہر حالت میں عہدہ چاہیئے۔ جب وہ جماعتیں جنہیں اپنی سیاسی پختگی اور بالغ نظری پر ناز ہے، اس بچگانہ کھیل مصروف تھیں اور قریب تھا کہ اتحاد کی بساط الٹ جاتے، اس وقت پھر جمعیت علماء پاکستان کا قائد (علامہ عبدالستار خان نیازی) آگے بڑھا اور سب لیڈران باوقار اور اسلام اور قوم کے غمخواروں کی منت سماجت کر کے انہیں جناب مفتی محمود صاحب کی صدارت پر متفق کیا۔ یوں مفتی صاحب محترم، جن کے چیلے آج جمعیت علمائے پاکستان اور اس کے قائدین کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے نہیں تھکتے، قومی اتحاد کی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ [۱]

تحریک نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء کو ملک بھر میں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے تحریک چلائی گئی، تو ملک کے ہر طبقے سے متعلق افراد حتیٰ کہ خواتین نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ حکومت کی طرف سے گرفتاریاں، مقدمات گولیوں اور آنسو گیس کی بھرمار، خانہ جنگی، مارشل لاء غرضیکہ ہر حربہ تحریک کو دبانے کے لیے استعمال کیا گیا، لیکن بفضلہ تعالیٰ ہر حربہ ناکام ہوا اور تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کو اس تحریک میں یہ خصوصیت حاصل رہی کہ نظامِ مصطفےٰ

---

[۱] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جولائی ۱۹۷۸ء

صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مقصدِ حیات اور ان کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء پاکستان کے منشور کا ایک حصہ ہے، جبکہ دیگر جماعتوں نے اسے بعد میں اپنایا، اس لیے اہل سنت و جماعت اس تحریک میں پیش پیش تھے، یہاں تک کہ تحریک کا پہلا شہید انجمن طلباء اسلام کا جیالا کارکن محمد افتخار احمد (بورے والا تھا) جس نے اس نیک مقصد کے حصول کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کو ۱۸ مارچ ۱۹۷۷ء کو میانوالی سے گرفتار کرکے کیمبلپور جیل بھیج دیا گیا۔ تین ماہ بعد ۱۰ جون کو کوٹ لکھپت جیل لاہور منتقل کر دیا گیا اور ۱۹ جون کو مولانا نیازی دردِ گردہ کی شکایت کی وجہ سے میو ہسپتال کی البرٹ وکٹر ہسپتال داخل کر دیے گئے۔ ۵ جولائی کو مسلح افواج نے ملک کا نظم و نسق سنبھالا اور ۱۴ جولائی ۱۹۷۷ء کو آپ میو ہسپتال سے رہا کر دیے گئے[1]

حج و زیارت

مولانا نیازی مدظلہ نے پہلا حج بس کے ذریعے کیا۔ ۲۲ دسمبر کو آپ روانہ ہوئے اور حج بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک کی زیارت سے مشرف ہو کر جنوری ۱۹۴۷ء میں واپسی ہوئی دوسری مرتبہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو حضرت قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کی رفاقت میں حج و زیارت کا شرف حاصل کیا اور پھر عالمی تبلیغی دورہ کرکے ۱۴ اپریل ۱۹۷۵ء کو واپس تشریف لائے۔

بیعت

آپ کے خاندان کا روحانی تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں پیرِ طریقت حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ میبل شریف سے ہے۔ حضرت پیر صاحب سومرو خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت محمد رضا صاحب (زکوڑی شریف) کے خلیفہ تھے۔ علامہ نیازی کی بیعت حضرت مولانا جان محمد رحمہ اللہ کے پوتے فقیر قادر بخش نقشبندی رحمۃ اللہ سے ہے۔

---

[1] راقم ۱۳ مارچ ۱۹۸۷ء بروز جمعہ رات نو بجے حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا غلام فرید ہزاروی بھی ہمراہ تھے۔ علامہ نیازی نے بکمال شفقت اپنی گرفتاریوں اور مقدمات کی مکمل تفصیل مہیا فرمائی، جس کیلئے راقم آپ کا ممنون ہے۔

زبانِ خلق

مجاہدِ ملت علامہ عبدالستار خان نیازی کا خلوص، جرأت، بے باکی اور بے نیازی ہر ذی شعور شخص کے نزدیک مسلمہ حقیقت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک کے جرائد و رسائل نے بارہا آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ چند آرا جو میسر آ سکیں، سپردِ قلم کی جاتی ہیں:

میاں محمد شفیع (م۔ش)

مشہور کالم نویس میاں محمد شفیع (م۔ش) علامہ نیازی کو دادِ تحسین دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا نیازی ۱۹۳۵ء سے سیاست میں سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کی ذاتی زندگی ہر قسم کے دھبوں کی آلائش سے پاک ہے۔ ان کی جوانی مانندِ سحر، پاکیزگی کا نمونہ رہی ہے۔ انہوں نے شاید ہی کبھی تہجد کی نماز قضا کی ہو۔ اگر مولانا نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی ہوتی، تو وہ پاکستان میں اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز ہو سکتے تھے، لیکن انہوں نے جان بوجھ کر، سوچ سمجھ کر دیدہ دانستہ اپنے اللہ سے ایک پیمان باندھا ہے اور وہ ایک سچے مسلمان کی طرح اس میثاق پر قائم ہیں

مولانا پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے ہیں، اعلیٰ دل و دماغ کے مالک ہیں اُردو اور انگریزی پر یکساں عبور رکھتے ہیں، بے پناہ مقرر ہیں۔ ہم جو اُن کے بوٹوں کے تسمے کھولنے کی اہلیت سے بھی بہرہ ور نہیں، کوٹھیوں اور کاروں کے مالک ہیں، لیکن مولانا آج بھی ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں۔"[1]

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ راپریل ۱۹۷۶ء

خان حبیب اللہ خان (سابق وزیر داخلہ)

رُکن مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت جناب عطا محمد خان درانی ہفت روزہ افق میں چھپنے والے اپنے ایک مضمون میں علامہ نیازی مدظلہٗ پر بعض نا عاقبت اندیش اور ٹوڈی قسم کے لوگوں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سابق وزیر داخلہ خان حبیب اللہ خان آف لکی مروت ضلع بنوں نے بھرے مجمع میں یہ انکشاف کیا کہ صدر ایوب اور نواب کالا باغ (امیر محمد خان) نے میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ مولانا نیازی کو ہموار کیا جائے۔ میں نے پوری کوشش کی، مگر یہ مردِ قلندر نہ جھکا ہے نہ بِکا ہے"۔ [1]

سیّد نظر زیدی

"فرد کی صورت میں اسلام کی عظمت کا ثبوت درکار ہو تو بغیر کسی تردد کے حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلند و بالا، وجیہہ، خوش پوش، خوش گفتار، خوش خلق اور خوش فکر، ذہن و دماغ دنیاوی اور دینی علوم سے روشن اور دل حبِّ اسلام کے جذبے سے آباد، بہت اچھے مقرر، بالغ نظر مصنف اور ان تمام صفات میں سب سے بڑی صفت یہ کہ مجاہد فی سبیل اللہ۔ اگر یہ کہا جائے تو کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو گا کہ انہوں نے اسلام کی آغوش میں آنکھ کھولی اور پھر اپنے آپ کو اسلام کے لیے وقف کر دیا۔" [2]

عابد نظامی

سرو قد، دوہرا بدن، سُرخ و سفید رنگ، وجیہہ چہرہ، لمبی داڑھی، سر پر افغانی

---

[1] ہفت روزہ افق کراچی جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۴۴، ۸ تا ۱۸ اپریل ۱۹۷۸ء

[2] ماہنامہ ضیائے حرم اگست ۱۹۷۶ء

کلاہ، علی گڑھ کٹ شیروانی - یہ ہیں جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل، مردِ حق مردِ غازی مولانا عبدالستار خان نیازی۔ سوادِ اعظم کے نمائندہ، اہل سنت کے گوہرِ تابندہ، اسلام کے علمبردار، خوش گفتار، خوش کردار، خوش رفتار، دینی اور دنیاوی علوم کے جامع، ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی اور قانع، عاشقِ رسول، محبِ فرزندانِ بتول، نظامِ مصطفےٰ کے داعی، مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کے ساعی، عظمتِ صحابہ کے نگہدار، اولیائے کرام اور مشائخِ عظام کے پیروکار، اسلام کے شیدائی، وطن پاک کے فدائی، قائدِ اعظم کے وفادار، پاکستان بنانے میں ان کے شریکِ کار، حکیم الامت علامہ اقبال رحمہ اللہ کے اس شعر کی حسین تعبیر، بلکہ یوں کہیے کہ منہ بولتی تصویر ؎

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز،
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے [1]

رفیق ڈوگر

میانوالی کے نیازی خیز خطہ کے "فوجداری" نیازی مولانا عبدالستار خان کی ہر تقریر پر ان کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم ہو سکتا ہے۔ اونچے شملے اور موٹی ڈانگ والا یہ دبنگ نیازی عمر بھر اسلامی نظام کے لیے لڑتا رہا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے اختلاف پر اقتدار پارٹی سے علیحدہ ہوا اور آج بھی اسلامی نظام کی خاطر اقتدار پارٹی سے لڑ رہا ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے یہ حسین و جمیل سیکرٹری ملک کے واحد صحیح معنوں میں عالم فاضل نیازی ہیں اور ایم اے تک باقاعدہ پڑھے ہوئے ہیں۔ اپنے علاقے کے بے تاج بادشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ کالا باغ سے لڑنے کی جرأت و حوصلہ رکھتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد اسمبلی کے پہلے اجلاس میں انہوں نے پنجاب

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اکتوبر ۱۹۷۸ء

میں فوری طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کے قرارداد پیش کی جو فنی وجوہ کے بہانے مسترد کر دی گئی۔

۱۹۶۲ء، ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء کے ہر انتخاب میں وہ مرحوم نواب آف کالاباغ کے صاحبزادے بلکہ صاحبزادوں کے خلاف انتخاب لڑے۔ اصل میں ان کا مقابلہ کسی کالاباغ سے نہیں، وقت کی حکومت سے ہوتا تھا، اس لیے ملک کے بادشاہ کے مقابلے میں میانوالی کا یہ بے تاج بادشاہ کامیاب نہ ہو سکا، مگر مقابلہ سخت کرتے ہیں، اپنے مقابل کو کھل کر للکارتے ہیں، خدا کے علاوہ کسی سے نہیں دبتے، کسی سے نہیں ڈرتے، نہایت ہی اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔ کھلے جلسوں میں اپنی شخصیت اور تقریر کے جادو سے لوگوں پر چھائے رہتے ہیں۔ مختصر اور طویل ہر قسم کی تقریر کر سکتے ہیں، جو اُن کے تجربہ کا کھلا ثبوت ہے۔ سُنّی علماء کو سیاسی لحاظ سے منظم کرنے میں انہوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

علماء کی سیاسی شیرازہ بندی کے علاوہ ۱۹۷۴ء کے انتخابات سے پہلے حزبِ اختلاف کی سیاسی شیرازہ بندی کے لیے بھی انہوں نے کافی کام کیا ہے۔ ان کی پس پردہ قربانیاں کافی زیادہ ہیں۔ سادہ زندگی گزارتے ہیں، صاف ستھرا لباس پہنتے ہیں، جس کا ساتھ دیتے ہیں کھل کر دیتے ہیں اور جس سے اختلاف کرتے ہیں وہ بھی کھل کر کرتے ہیں۔ جیل جانا تو گویا ان کی زندگی کے معمولات میں شامل ہے۔ ہر وقت جیل جانے کے لیے بستر تیار رکھتے ہیں۔ پنجاب کی اکثر جیلوں کے اندرونی حالات سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ باکردار اور بامقصد زندگی گزارنے والا عبدالستار خان نیازی پنجاب میں جمعیت علماء پاکستان کا مضبوط ترین ستون سمجھے جاتے ہیں[۱]۔

---

[۱] رفیق ڈوگر، چالیس چہرے، ص ۵۸

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد پی ایچ ڈی

"حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ ملک کی جانی پہچانی شخصیت ہیں، وہ تعارف کے محتاج نہیں۔ تعارف کا محتاج تو وہ ہوتا ہے جس کی سیرت عملِ صالح سے خالی ہو۔ جس کی سیرت "عملِ صالح" کی روشن تفسیر ہو، وہ محتاجِ تعارف نہیں۔"[1]

رفیق احمد باجوہ

"مولانا عبدالستار خان نیازی ان دنوں (تحریکِ پاکستان کے موقع پر) پنجاب اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر تھے۔ انہوں نے (تو) زبردست جدوجہد کی تھی۔ اس وقت بھی ان کا یہی رُعب تھا، یہی دبدبہ تھا، یہی اندازِ تقریر تھا اور علمی وقار بھی یہی تھا۔

جمعیت علماء پاکستان میں میرے شامل ہونے کا سبب اس دور میں مولانا شاہ احمد نورانی جیسے مردِ درویش کا فاسقوں اور فاجروں کے مقابلہ پر سینہ تان کر میدان میں آجانا تھا۔ اگر کوئی پاکستانی سیاست میں مولانا عبدالستار خان نیازی کو ولی نہ مانے اور مبلغینِ اسلام میں مولانا شاہ احمد نورانی کو ولی نہ مانے، تو میں اُسے نامردم شناس کہوں گا۔ دونوں شخصیتوں کو جاننے والا کوئی شخص ان سے غیر اسلامی بات منسوب کرے، میں اس کے نظریات بدلنے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔"[2]

روزنامہ نوائے وقت لاہور

ہمارا معاشرہ نفسا نفسی، اخلاقی انحطاط اور قومی مفادات سے چشم پوشی کی جو تصویر پیش کر رہا ہے، اس کے اسباب و علل اور محرکات یقیناً ماضی میں

---

[1] تقدیم کتاب "پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم" مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات

[2] ترجمانِ اہلسنت، اپریل ۱۹۷۶ء

موجود ہیں، اس وقت جو لوگ مستقبل کی پیش بینی کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور تھے، انہوں نے برملا قوم اور حکمرانوں کو انتباہ کرنے کا فرض ادا کیا، لیکن ان کی نصیحت صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ انہی مردانِ حق آگاہ میں سے ایک مولانا عبدالستار خان نیازی تھے۔ وہ تحریکِ پاکستان کے نوجوانوں کے سرخیل تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ پنجاب اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔ اپنی رکنیت کے دوران انہوں نے ہر اس مسئلے پر بے باکانہ اظہارِ خیال کیا ہے جو اسمبلی میں زیرِ بحث آیا۔ [1]

ہفت روزہ چٹان لاہور

ہفت روزہ چٹان جلد ۲۲، شمارہ ۳۵ میں علامہ نیازی کا انٹرویو شائع ہوا؛ سرورق پر آپ کی تصویر دی گئی جس کے نیچے اس شعر کے ذریعے آپ کے باعظمت کردار کی عکاسی کی گئی ؎

قوموں کی تقدیر میں وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ [2]

ہفت روزہ زندگی لاہور

مولانا عبدالستار خان نیازی جمعیت علماء پاکستان کے سرکردہ لیڈر ہیں، وہ تحریکِ پاکستان میں بھی ایک یادگار رول ادا کر چکے ہیں۔ [3]

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۸ نومبر ۱۹۷۷ء

[2] ہفت روزہ چٹان لاہور، ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء

[3] ہفت روزہ زندگی لاہور، ۷ تا ۱۳ جولائی ۱۹۷۸ء

چند نادر علمی اور تاریخی کتابیں

باغی ہندوستان

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سلسلہ کے دیگر مشہور زمانہ افاضل کے عالمانہ اور مجاہدانہ کارنامے، تصنیف علامہ فضل حق خیر آبادی ترجمہ وتقدیم عبدالشاہد خاں شروانی
قیمت ۱۸/۰۰

خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس

۱۹۲۵ء - ۱۹۴۷ء مرتبہ جناب محمد جلال الدین قادری

جس میں تحریکِ پاکستان کے مخفی گوشے پہلی بار بے نقاب ہوتے ہیں۔ برصغیر میں پیش آمدہ حالات پر علمائے اہلسنت کے بے لاگ تبصرے، تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے دستاویزی ثبوت، قیمت ۲۱/

تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان)

پاکستان کے پونے دو صد علماء کے پاکیزہ حالات زندگی اور علمی، سیاسی، ملکی وملی خدمات کا دل نواز مرقع، تالیف محمد عبدالحکیم شرف قادری
قیمت ۳۰/۰۰

فاضل بریلوی اور ترکِ موالات

تحریکِ ترکِ موالات کے پس منظر اور علماء اہلِ سنت کے موقف پر تفصیلی گفتگو۔

از پروفیسر محمد مسعود احمد، پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکھر (سندھ) قیمت ۴-۵۰

المبین

بیمثال خواص کی بناء پر دنیا کی تمام زبانوں پر عربی زبان کی فوقیت پر منفرد کتاب جسے علامہ اقبال، پروفیسر براؤن اور نواب حبیب الرحمٰن شروانی نے بیحد سراہا تصنیف مولانا سید سلیمان اشرف بہاری خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی و سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ. قیمت ۱۳/۵۰

النبراس شرح شرح عقائد

از علامہ عبدالعزیز پرہاروی، فوٹو آفسٹ طباعت، رنگین کاغذ قیمت مجلد ۴۰/۰۰، غیر مجلد ۳۰/

شرح میر زاہد ملا جلال

از علامہ عبدالحق خیر آبادی. فوٹو آفسٹ طباعت، رنگین کاغذ، قیمت ۱۳/۵۰

مکتبہ قادریہ ○ لاہور